قرآن کریم کے اجزاء واحزاب کی تقسیم وتحدید
خیر القرون سے ثابت ہے اور اس پر اہل فن اور علمائے امت کا
توراث وتعامل ہنوز قائم ودائم ہے

اجزاء واحزاب قرآن

تالیف

مفتی رشید احمد فریدی

مدرسہ مفتاح العلوم، تراج ضلع سورت
گجرات، الہند

قرآن کریم کے اجزاء واحزاب کی تقسیم وتحدید
خیر القرون سے ثابت ہے اور اس پر اہل فن اور علمائے امت کا
توراث وتعامل ہنوز قائم ودائم ہے

﴿اجزاء واحزاب قرآن﴾

تالیف
مفتی رشید احمد فریدی
مدرسہ مفتاح العلوم، تراج ضلع: سورت
گجرات، الہند

﴿تفصیلات﴾

نام کتاب:...اجزاءواحزاب قرآن

مؤلف:...مفتی وقاری رشیداحمد فریدی

کتابت وسیٹنگ:...خلیل احمد بن رشیداحمد فریدی

سن طباعت:.......................................١٤٣٩ھ

ناشر:..مکتبہ علم وحکمت

طبع ثانی:...١٠٠٠

صفحات:...٨٠

قیمت:...٥٠

﴿ملنے کا پتہ﴾

(١) مدرسہ مفتاح العلوم، تراج ضلع: سورت

(٢) مکتبہ علم وحکمت فریدی منزل، اٹالوہ

﴿فہرست مضامین﴾

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
(۱)	سببِ تحقیق	۷
(۲)	نظم قرآن کی تکوینی شانِ تقسیم	۸
(۳)	نظم قرآن کا مقام	۹
(۴)	آیات وسورتوں کی ترتیب	۱۰
(۵)	نظم قرآن کی تقسیمات	۱۲
(۶)	پہلی تقسیم: آیت اور سورہ کے اعتبار	۱۲
(۷)	دوسری تقسیم: برائے تحفیظ وتعلیم	۱۳
(۸)	تیسری تقسیم: سورتوں اور آیتوں کی تعداد اور مضامین کی تفصیل وتکرار کے لحاظ سے	۱۵
(۹)	چوتھی تقسیم: مضامینِ قرآن کے خلاصہ پر دلالت کے اعتبار سے	۱۵
(۱۰)	قرآن کی تنصیف وتثلیث وتربیع وغیرہ کا ثبوت	۱۷
(۱۱)	حجاج کی چار تقسیمات کا ذکر	۱۸
(۱۲)	امام عاصم جحدریؒ کی تقسیمات کا بیان	۱۹
(۱۳)	امام حمید اعرج کی تقسیمات کا اجمالی ذکر	۲۱

﴿اجزاءواحزاب کا بیان﴾ ۲۲

(۱۴) جزءاورحزب کالغوی وشرعی مفہوم.......... ۲۲
(۱۵) اجزاءواحزاب میں تقسیم کا فائدہ.......... ۲۳
(۱۶) پانچویں تقسیم:احزاب سبعہ کا ذکر.......... ۲۴
(۱۷) منزل کا بیان.......... ۲۵
(۱۸) چھٹی تقسیم:پاروں کا ثبوت،اجزاء ثلثین کا بیان.......... ۲۷
(۱۹) ساتویں تقسیم؛احزاب ستین یعنی حزب یا نصف جزء کا ثبوت.......... ۲۸
(۲۰) آٹھویں تقسیم:ربع اور ثلث کا ثبوت.......... ۲۸
(۲۱) تحدید وتعیین کا زمانہ.......... ۳۰
(۲۲) نویں تقسیم:انصاف خمسہ کا ذکر.......... ۳۲
(۲۳) دسویں تقسیم:۲۴/اجزاء یعنی قراریط کا ذکر.......... ۳۲
(۲۴) گیارہویں تقسیم:۲۷/اجزاء کا ذکر.......... ۳۳
(۲۵) بارہویں تقسیم:انصاف الاحزاب وارباع احزاب کا ذکر.......... ۳۳
(۲۶) تیرہویں تقسیم:۳۶۰/اجزاء یعنی''اوراد'' کا ذکر.......... ۳۴
(۲۷) چودہویں تقسیم:۵۴۰/حصوں میں یعنی رکوع کا ذکر.......... ۳۶

☆ آیات وکلمات اور حروف کے اعداد وشمار ☆ ۳۶
(۲۸) آیتوں کی تعداد اور اسکے شمار پر آمادہ کرنے والی احادیث.................. ۳۷
(۲۹) صحابہ کرام شمار آیات سے غافل نہیں تھے.. ۴۰
(۳۰) حروف وکلمات کے شمار پر ابھارنے والی احادیث.............................. ۴۲
(۳۱) ائمۂ قرأت کے اعداد.. ۴۳
(۳۲) تعداد آیات ایک نظر میں ۴۴
(۳۳) تعداد کلمات ایک نظر میں.. ۴۵
(۳۴) تعداد حروف ایک نظر میں.. ۴۶
(۳۵) معرفت آیات کے فوائد.. ۴۷
☆ اجزاء کی ابتداء وانتہاء کا بیان ☆ ۴۸
(۳۷) اجزائے ثلثین کی تقسیم اصل ہے.. ۴۸
(۳۸) بعض اہل علم کا نقد...۵۰
(۳۹) تحقیقی جائزہ...۵۱
(۴۰) اجزاء کی ابتداء میں سعودی عربی نسخہ سے اختلاف............................ ۵۹
(۴۱) تعداد آیات کا شرعی اعتبار.. ۶۱
(۴۲) جملہ کے درجات اور ربط آیات کی شان.................................... ۶۴
(۴۳) مقدار قرأت اور صحت نماز.. ۶۶

(۴۴) اجزاء کی تقسیم معانی پر ظلم نہیں ہے ٦٧
(۴۵) خلاصہ بحث ٧٠
(۴٦) الجزء الرابع عشر (چودھواں پارہ) کی ابتداء ٧١
(۴٧) سورہ کو سورہ سے ملا کر لکھنے کا دستور ٧١
(۴٨) حافظی مصحف کے ہر صفحہ کو آیت پر ختم کرنے کا دستور ٧١
(۴٩) سورہ حجر کی پہلی آیت کو دائیں صفحہ کے اخیر لکھنے کی وجہ ٧٢
(۵٠) پاروں کے نام مسلمانان ہند کا تحفہ ہے ٧٢
(۵١) پاروں کی پہلی سطر کو نمایاں کرنے کا معمول ٧٣
(۵٢) ربما سے ابتداء کی شہرت محض عامی ہے ٧٣
(۵٣) الجزء ١٣/ کی انتہاء سورہ ابراہیم کی آخری آیت پر ہے ٧٣
(۵۴) کلمہ ''ربما'' سے کسی بھی تقسیم کی ابتداء منقول نہیں ہے ٧۴
(۵۵) ''الر'' آیت کو تیرہویں کا جزء سمجھنے کی وجہ ٧۵
(۵٦) ١۴/ ویں پارہ کا نام ''الر'' ہونا چاہئے ٧۵
(۵٧) مشاہدات ٧٦
(۵٨) مراجع ومصادر ٧٩

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿سببِ تحقیق﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ،امابعد

سال گذشتہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں ایک عالم صاحب قرآن پاک کے چند نئے نسخے لے کرآئے راقم الحروف کی طلب پر ایک نسخہ عنایت ہوا اسکے شروع میں بطور مقدمہ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی کی کتاب علوم القرآن میں سے چند مفید امور پیش کرنے سے پہلے ''ترتیب وتدوین قرآنی'' کے عنوان سے تین صفحہ میں پاروں کی ابتداء کے بارے میں کچھ سخت کلام کیا گیا ہے یہ مضمون ایک سال قبل رمضان ۱۴۳۶ھ میں واٹس اپ (Whatsapp) کے ذریعہ پھیلایا گیا تھا جس میں مختلف دس پاروں کی ابتداء کو غلط قرار دیا تھا مگر پھر صاحب مضمون نے ان دس پر چار کا اضافہ کر کے ۵/ ۶/ ۷/ ۸/ ۹/ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ ۱۴/ ۱۶/ ۲۰/ ۲۲/ ۲۳/ ۲۷/ کل چودہ پاروں کی ابتداء کو قابل اصلاح قرار دیا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ اجزاء قرآن کے مالہ وماعلیہ کی تحقیق اور تنقیح کی جائے راقم الحروف کو ایک مدت سے رسم المصحف یعنی رسم عثمانی کی تحقیق سے ایک تعلق ہے اور کتب فن کی ورق گردانی اور مصاحف قدیمہ کی زیارت وملاحظہ کی سعادت حاصل رہی ہے اس لئے سب سے پہلے اجزاء واحزاب سے متعلق ایک مختصر مضمون اہل علم کی خدمت میں پیش کرتا ہے اسکے بعد جدید مصحف کے بدلے ہوئے پاروں کا تحقیقی جائزہ تاکہ معلوم ہوجائے کہ پاروں کی نئی ابتداء جو مقرر کی گئی ہے وہ اجماع کے خلاف ہے۔

﴿نظمِ قرآن کی تکوینی شانِ تقسیم﴾

قرآن کریم وہ جواللہ تعالیٰ کا کلام ہے، وہ کلام ذات خداوند کی صفت خاص ہے اِس حیثیت سے کلام الٰہی میں وحدت کی شان ہے اسلئے پورا قرآن پاک اپنے مدلول (کلام الٰہی) کے اعتبار سے صفت واحدہ یعنی شئی واحد ہے اس میں انقسام وتنوع نہیں ہے لیکن بندوں کے تمام احوال وظروف میں اعمال وافعال کی بجا آوری اور آخرت کی دائمی و ابدی فلاح یابی کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کلام الٰہی کو وحی کے ذریعہ حروف ونقوش کا لبادہ اور الفاظ و اداء کا جامہ پہنایا تو تکوین الٰہی اور کرشمۂ قدرت سے حروف ونقوش میں اور صورت وشکل میں یقینی طور پر قسمت وتنوع کا وجود ہوا یعنی کوئی ماضی و مستقبل اور حال کی صورت میں ہے، تو کوئی خبر اور انشاء کی صورت میں ۔کوئی واحد تثنیہ اور جمع کے قالب میں ہے، تو کوئی مذکر ومؤنث کے قالب میں ہے ۔کوئی صحیح ومعتل اور مضاعف کے سانچہ میں تو کوئی مجرد اور مزید فیہ کے سانچہ میں، کوئی اسم وفعل اور حرف کے آئینہ میں ہے، تو کوئی معرب ومبنی کے آئینہ میں ہے ۔کوئی حاضر وغائب اور متکلم کے روپ میں ہے تو کوئی معرفہ اور نکرہ کی روپ میں ہے ۔کوئی مرفوع ومنصوب اور مجرور کی شکل میں ہے تو کوئی مرکب اور غیر مرکب کی شکل میں ہے وغیرہ وغیرہ ۔**هـذا تـفـصـيـل مـا سـمـعـت الـشـيـخ فقيه الامة الجنجوهي في جواب من سأل عن قاعدة من الاشباه والنظائر** یہ تنوع اور قسمت نظم قرآن کے ساتھ بالذات ہے اس سے منفک نہیں ہوسکتی دنیا وآخرت کے سارے احکام الٰہی کا مدار ان ہی قدرتی فروق پر موقوف ہے ۔ یہ

ہے قرآن کریم کی تکوینی شان تقسیم جسے انسان کی ہدایت کے لئے ناگزیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وجود بخشا ہے جیسا کہ کائنات کی وحدت کو عرش وقلم ،لوح و کرسی اور آسمان وزمین وغیرہ میں تقسیم کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے تا کہ انسان عقل سلیم کے ذریعہ کائنات میں غور کر کے راہ حق کو اختیار کرے اور اللہ کی وحدانیت کے آگے سرِ تسلیم خم کرے۔

﴿نظم قرآن کا مقام﴾

قرآن کریم چونکہ اپنے نزول کے اول وقت سے ہی الفاظ ونقوش کے مختلف سانچوں میں وجود پذیر ہوا ہے اسلئے یہی ہیئتِ نظم انسان کے لئے اصل کلام الٰہی کے درجہ میں ہے،اور وہی اپنی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہونے سے معجزہ ہے اور اسی نظم قرآن پر ایمان لانا فرض ہے اسکے کسی جزء کا انکار کفر ہے،تلاوت اسی نظم کی اولین فریضۂ رسالت اور قرآن کا سب سے پہلا حق ہے۔اور ارشاد الٰہی: ورتلناہ ترتیلا اور ورتل القرآن ترتیلا کا تعلق اسی نظم قرآن سے ہے اور ارشاد نبوی ﷺ :أُنزل القرآن علی سبعة احرف یعنی قرأت متواترہ کا براہ راست تعلق اسی نظم قرآن سے ہے،اسی نظم کی قرأت پر اجر وثواب کی فضیلت وسعادت ہے اور تاثیرات اسی نظم کے ساتھ خاص ہے اور یہی نظم علوم وحقائق کا مخزن، احکام ومعارف کا منبع اور تمام علمائے امت اور ائمہ فن کی بحث واستنباط کا محور ہے اور جو اپنی خصوصیات کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک متواتراً محفوظ چلا آیا ہے اور جو مصاحف میں (مصحف عثمانی کے مطابق) لکھا ہوا ہے

اورجسکی تلاوت کوعبادت قرار دیا گیا ہے۔**القرآن الکلام المنزل علی الرسول المنقول عنه بالتواتر المکتوب فی المصاحف المتعبد بتلاوته**(مناہل العرفان ۲۰/۱، کتب الاصول والکلام)

﴿ آیات وسورتوں کی ترتیب ﴾

سورۃ کہتے ہیں قرآن پاک کی اس مخصوص ومحدود مقدار کو جس کی ابتداء وانتہاء متعین ہواور کم ازکم تین آیتوں پر مشتمل ہو،مثلاً سورۂ کوثر۔آیت کہتے ہیں **الآیة طائفة من کلام الله تعالی ذات مطلع و مقطع مستقرة فی سورة من القرآن** یعنی کلام اللہ کا ایک حصہ جس کی ابتداء وانتہاء متعین ہواور کسی سورۂ قرآن میں موجود ہو(حاشیہ فنون)بالفاظ دیگر قرآن کا ایک حصہ جس میں کم ازکم چھ حروف ہوں اور اس کا اول وآخر متعین ہو،جیسے:ثُمَّ نَظَرَ(شامی ۲/۲۵۶ مناہل العرفان)

اب جاننا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ پر جو آیتیں نازل ہوتی تھیں انہیں کاتب وحی کے ذریعہ لکھوا کر ارشاد فرماتے: ان آیتوں کو فلاں سورۃ کے فلاں مقام پر فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھو نیز سورتوں کا موقع ومحل بھی مقرر فرماتے تھے۔**کان نزل علیه الشئ دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا هذه الآیات في السورة التي یذکر فیها کذا و کذا** (البرہان للزرکشی)۔اسی طرح تمام آیات وسورتوں کی ترتیب سے حضور ﷺ آگاہ فرماتے رہتے یہاں تک کہ پورا قرآن پاک تحریری شکل میں مرتب اور منضبط ہوگیا۔غرض یہ ہے کہ نفس آیت وسورۃ کی معرفت جس طرح شارع کی طرف سے ہے **الصحیح ان الآیة انما تعلم بتوقیف من الشارع کمعرفة السور**.اسی

طرح آیتوں اور سورتوں کی ترتیب وتقسیم بھی من جانب الشارع ہے **فالمصحف علی وفق ما في اللوح المحفوظ مرتبة سورة كلها و آياته بالتوقيف** (اتقان ۱/۸۸) یعنی مصحف میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے۔ یہ بندوں کا محض نتیجۂ فکر یا ان کی عقل کی دریافت نہیں ہے بلکہ شارع کی طرف سے ہے۔ اسی کو ''توقیف'' کہتے ہیں۔

پس قرآنی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب جو حضور ﷺ کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر سال کے عرض [دور] اور عرضۂ اخیرہ کی ترتیب کے عین مطابق ہے اور جو تواتر وتعامل سے منقول چلی آرہی ہے یہی حق اور قطعی ہے۔ **ترتيب السور هكذا هو عند اللّٰه في اللوح المحفوظ على هذا الترتيب و عليه كان يعرض النبي ﷺ على جبرئيل كل سنة ما كان يجتمع عنده منه و عرض عليه في السنة التي توفى فيها مرتين**. (فتح الباری ۹/۵۲)۔ صحابہ کرام نے قرآن مجید کو اسی ترتیب کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے جمع کیا اور اسی طرح لکھا جس طرح حضور ﷺ سے سنا اپنی جانب سے نہ تو کچھ تقدیم وتاخیر کی اور نہ کوئی ایسی ترتیب قائم کی جو حضور ﷺ سے اخذ (حاصل) نہ کی ہو۔ شرح السنۃ میں ہے **الصحابة جمعوا بين الدفتين القرآن الذي أنزل اللّٰه على رسوله من غير ان زادوا او نقصوا منه شيئاً فكتبوه كما سمعوه من رسول اللّٰه ﷺ من غير ان قدموا شيئاً او اخّروا او وضعوا له ترتيبا لم يأخذوا من رسول اللّٰه ﷺ** ۔ (البیان فی علوم القرآن، ص: ۲۷۴)

﴿نظم قرآن کریم کی تقسیمات﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد احادیث وآثار نظم قرآن کے مختلف حصص پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بھی یقینی ہے کہ حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق صحابہ کرام میں مخصوص مقدار وحصص میں یومیہ تلاوت کے لئے متعدد جماعتیں پائی جاتی تھیں پھر صحابہ کرام کے نقش قدم پر تابعین عظام کا معمول قائم رہا اور انہوں نے احادیث رسول اور اعمال صحابہ کو پیش نظر رکھ کر حفظ و تلاوت کرنے والوں کے لئے سہولت اور تعلیم قرأت و معانی میں یسر پیدا کرنے لئے نظم قرآن کی متعدد تقسیمات اور انکے حصص کی تعیین فرما کر امت مسلمہ کے حق میں بہترین کارنامہ انجام دیا ہے۔احادیث وآثار اور تابعین کی روایات کتب قرأت اور علوم القرآن کی کتابوں میں اہل علم نے ذکر فرمائی ہیں ان ہی آثار واحادیث کی روشنی میں چند تقسیم پیش کرتے ہیں

﴿پہلی تقسیم﴾ آیت اور سورہ کے اعتبار سے۔

قرآن پاک سورہ کے اعتبار سے ایک سو چودہ حصوں میں منقسم ہے (برہان واتقان)
اور ہر سورہ تعداد آیات کے لحاظ سے کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ ۲۸۶/آیات پر مشتمل ہے۔ یہ تقسیم نزول کے ساتھ من جانب اللہ واقع ہوئی ہے جس پر خود قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں مثلاً **وقرانا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلنٰہ تنزیلاً** اور سورتوں کی ترتیب بھی راجح قول کے مطابق توقیفی ہے جیسا کہ اوس بن حذیفہ ثقفیؓ کی ''تحزیب القرآن'' والی اور عبداللہ بن عمروؓ کی ختم قرآن والی حدیث اور اجماع صحابہ واضح

دلیل ہے ۔سورتوں میں تقسیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام سیوطی نقل کرتے ہیں :
تحقیق کون السورة بمجردها معجزة و آية من آيات الله والاشارة الى انَّ كل سورة نمط مستقل ، سورہ کا بذات خود معجزہ ہونا اور اللہ کی نشانیوں میں سے عظیم نشانی ہونا ہے نیز اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ہر سورہ ایک خاص مضمون میں مستقل اسلوب کا حامل ہے ۔(اتقان ۱/۱۸۷)

﴿دوسری تقسیم﴾ برائے تحفیظ و تعلیم

(۱)امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ کے استقراء سے یہ بات مسلم ہے کہ قرآن پاک حسب ضرورت نجماً نجماً نازل ہوا ہے مثلاً سب سے پہلی وحی سورہ اقراٴ کی پانچ آیت نازل ہوئی ، پھر فترت (وحی کے موقوف رہنے کا زمانہ) کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی پانچ آیت نازل ہوئی تھی نیز سورہ والضحی بھی ابتداً پانچ آیت نازل ہوئی تھی وغیرہ ۔سورہ مؤمنون کی ابتدائی دس آیات ایک ساتھ نازل ہوئی ، واقعہ افک میں دس آیات ایک ساتھ نازل ہوئی تھی ۔خالد بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ابوالعالیہ تابعی نے ہم سے فرمایا کہ قرآن پانچ پانچ آیت کر کے سیکھو اس لئے کہ حضور ﷺ حضرت جبرئیل سے پانچ پانچ آیت حاصل کرتے تھے ۔ابونضرہ تابعی فرماتے ہیں کہ ابوسعید خدریؓ ہمیں قرآن سکھاتے تھے پانچ آیت صبح اور پانچ آیت شام کو اور بتاتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ قرآن پانچ پانچ آیت کر کے نازل فرماتے تھے اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں قرآن پانچ پانچ آیت کر کے نازل ہوا بجز سورۂ انعام کے پس کوئی شخص پانچ پانچ آیت کر کے یاد کرتا رہیگا

وہ نہیں بھولے گا" **من حفظ خمسا خمسا لم ینسه**" (اتقان،۱/۵۷)

اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے حفظ وتعلم میں بھی یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے. **عن ابی عبدالرحمن قال: حدثنا من کان یقرئنامن اصحاب النبی ﷺ انهم کانوا یقترء ون من رسول الله ﷺ عشر آیات فلا یأخذون فی الاخری حتی یعلموا ما فی هذه من العلم والعمل قالوا فعلمنا العلم و العمل**۔ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں کہ: ہمیں جو حضرات صحابہ قرآن پڑھاتے تھے (یعنی عثمان غنیؓ،عبداللہ بن مسعودؓ،ابی بن کعب وغیرہ) انہوں نے بتایا کہ ہم حضور ﷺ سے قرآن کی دس آیات پڑھتے تھے (بلکہ امام ذھبی یوں نقل کرتے ہیں **ان رسول الله ﷺ کان یقرئهم العشر**) پھر دوسری دس آیات اس وقت پڑھتے جب پہلی دس آیتوں میں ودیعت کئے ہوئے علوم کو جان لیتے اور قابل عمل حکم پر عمل کر لیتے (مسند احمد) اورصحابہ کے اتباع میں تابعین عظام بھی پانچ پانچ دس دس آیات کر کے قرآن پاک سیکھتے اوراحکام جانتے تھے اسماعیل ابن ابی خالد کہتے ہیں "**کان ابو عبد الرحمن السلمی یعلّمنا القرآن خمس آیات**" (معرفۃ القراء۱/۲۹۷)اوران ہی اسباب کی وجہ سے بعض تابعین نے اپنے مصاحف میں ہر پانچ یادس آیات پر نشانات لگائے تھے جسکو تخمیس و تعشیر کہا جاتا تھا بلکہ صحابہ سے بھی تخمیس وتعشیر منقول ہے جیسا کہ علامہ دانی نے نقل کیا ہے ۔ راقم الحروف نے وقوف قرآن کا ایک قلمی نسخہ ۱۰۳۵ھ کا لکھا ہوا ایشیائی سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں دیکھا ہے جس میں احزاب کے ساتھ اعشار بھی لکھے ہوئے ہیں یعنی ہر

دس آیت پر ''عشر'' لکھا ہوا ہے۔

﴿تیسری تقسیم﴾ سورتوں اور آیتوں کی تعداد اور مضامین کی تفصیل کے لحاظ سے مشہور قول کے مطابق قرآن پاک کے چار حصے بتائے گئے ہیں **قال العلماء القرآن علی اربعة اقسام الطول، المئون، و المثاني، و المفصل.** حضرت واثلہ بن الاسقع حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں **أعطيتُ السبع الطول مكان التوراة و أعطيتُ المئين مكان الانجيل، و أعطيتُ المثاني مكان الزبور و فُضِّلتُ بالمفصَّلات** ہ سات لمبی سورتیں مجھے دی گئیں جو بمنزل توریت کے ہیں اور مجھے مئین دی گئیں جو انجیل کے درجہ میں ہیں اور مجھے مثانی عنایت کی گئیں جو زبور کے قائم مقام ہیں اور مفصّلات مرحمت فرما کر مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ (برہان للزرکشی عن تفسیر ابن کثیر۔ مسلم مع نووی ۴) پھر ان مفصلات کی تین قسمیں ہیں: جو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ سے منقول ہے جو انہوں نے اپنے عامل (گورنر) حضرت ابوموسی اشعریؓ کو لکھ کر بھیجا تھا:

(۱) طوال مفصل سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک

(۲) اوساط مفصل سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک۔

(۳) قصار مفصل سورۂ لم یکن سے آخر قرآن تک۔ (فتح القدیر بحوالہ مصنف عبدالرزاق، شامی)

﴿چوتھی تقسیم﴾ مضامینِ قرآن کے خلاصہ پر دلالت کے اعتبار سے۔

حدیث میں ہے: **قال ان الله جزَّأ القرآن ثلثة اجزاء فجعل قل هو**

اللہ احد جزءً من اجزاء القرآن (مسلم) اللہ تعالی نے قرآن کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے پس قل ھواللہ احد کو قرآن کا ایک ثلث قرار دیا ایک دوسری حدیث میں ہے **قال رسول اللہ ﷺ احشدوا فانی سأقرأ علیکم ثلث القرآن فحشدمن حشد ثم خرج نبی اللہ فقرأ قل ھو اللہ احد ثم دخل** (مسلم شریف) ایک مرتبہ حضورﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا جمع ہو جاؤ میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن تلاوت کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے سورہ اخلاص تلاوت کی اور فرمایا یہ ایک تہائی قرآن ہے سورہ اخلاص کو تہائی قرآن کہنے کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً قرآن پاک کلی طور پر تین مضامین توحید، رسالت اور اعمال پر مشتمل ہے اور سورہ اخلاص میں توحید کا ذکر ہے۔اس طرح کی متعدد احادیث مختلف سورتوں اور آیات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔جن میں بعض سورہ کو نصف قرآن بعض کو ثلث اور بعض کو ربع کے برابر بتایا گیا ہے۔چنانچہ

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ’’سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے‘‘ (اتقان)

(۲) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے ’’آیت الکرسی چوتھائی قرآن ہے‘‘ (مسند احمد)۔

(۳) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جس شخص نے شب قدر میں سورۂ قدر پڑھی گویا اس نے ربع قرآن پڑھا (کنزالعمال ۱/۲۹۶)۔

(۴) حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے جس نے سورۂ زلزال پڑھی اس کو نصف قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ہوگا (ترمذی بحوالہ اتقان)۔

(۵) حضرت حسن بصری سے مروی ہے سورۂ والعادیات نصف قرآن کے برابر ہے (اخرجہ

ابوعبید مرسلاً)۔

(۶) حضرت ابن عمرؓ حضورﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے صحابہ نے عرض کیا اس کی کون طاقت رکھتا ہے، حضورﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو طاقت نہیں کہ روزانہ ''الھاکم التکاثر'' پڑھ لے (مستدرک بحوالہ اتقان)۔

(۷) انس بن مالک سے روایت ہے ''قل یا ایھا الکافرون'' چوتھائی قران ہے (ترمذی بحوالہ اتقان)

(۸) انس بن مالک سے روایت ہے ''اذا جاء نصر اللّٰہ'' چوتھائی قرآن ہے (ایضاً)

(۹) ابوہریرہؓ کی روایت ہے ''قل ھو اللّٰہ احد'' تہائی قرآن ہے (ایضاً)

﴿ قرآن کی تنصیف وتثلیث اور تربیع وغیرہ کا ثبوت ﴾

مذکورہ بالا احادیث اور اس نوع کی دیگر احادیث صراحتاً بتا رہی ہیں کہ ان سورتوں کی قرأت کا ثواب پورے قرآن کے نصف یا ثلث یا ربع کی قرأت کے برابر ہے تو لامحالہ حسی طور پر بھی نظم قرآن کا نصف، ثلث، ربع ہونا طے ہوگیا جب ہی تو یہ بات صادق آئے گی کہ مثلاً سورہ نصر چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے غالباً اسی وجہ سے یہ بات مشہور ہے کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا تین مرتبہ تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے گویا پورے قرآن کا پڑھنا ہوا۔ پس یہ احادیث صحابہ و تابعین کیلئے تحریض کا ذریعہ بنیں کہ قرآن پاک کے ان حصص کی تخریج کی جائے اور چونکہ صحابہ سے اسباع واعشار کا بھی ثبوت ہے اسلئے تابعین نے انصاف قرآن سے لیکر اعشار

تک بلکہ اس سے بھی زائد تقسیم فرما کر مختلف حصص مقرر فرمائے ہیں اور اسمیں آیات وکلمات کی تعداد میں یکسانیت کو خصوصیت سے اور بعض تقسیم میں حروف کے شمار کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

﴿حجاج کی چار تقسیمات کا ذکر﴾

خلیفہ عبدالملک بن مروان جسکی امارت ۶۵ھ سے لیکر ۸۶ھ تک رہی ہے اسکی طرف سے حجاج بن یوسف ثقفی والیٔ عراق نے اپنی ولایت کے زمانہ میں قرّاء وعلماء کی ایک جماعت کو جو تابعین پر مشتمل تھی حصص قرآن کی تعیین اور اس کے کلمات وحروف کے شمار پر مأمور کیا اور انہوں نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ چنانچہ سلام ابومحمد الحمانیؒ فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے حفاظ اور قراء کو جمع کیا میں بھی ان میں تھا ان میں سے حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، ابوالعالیہ ریاحی متوفی ۹۳ھ، نصر بن عاصم لیثی متوفی قبل ۱۰۰ھ، عاصم جحدری متوفی ۱۲۸ھ اور مالک بن دینارؒ متوفی ۱۳۰ھ کا انتخاب کیا یہ سب تابعین ہیں پھر حجاج نے پوچھا بتاؤ پورے قرآن میں کتنے حروف ہیں؟ حمانی کہتے ہیں ہم شمار کرنے لگے یہاں تک کہ سب نے اتفاق کیا کہ کل حروف تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس ہیں حجاج نے کہا بتاؤ کونسے حرف پر نصف قرآن پورا ہوتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا سورہ کہف میں ''ولیتلطف'' کی [ف] پھر حجاج نے پوچھا قرآن کا سبع یعنی ساتواں حصہ کہاں کہاں ہے؟ حمانی فرماتے ہیںؒ کہ ہم نے اسباع کو بتلایا پھر اس نے اثلاث اور ارباع کے متعلق پوچھا ہم نے وہ بھی بتلایا......الخ، حجاج کے اس کارنامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے

قرآن کے حروف شمار کرائے پھر تعداد حروف کے اعتبار سے قرآن کی تنصیف، تثلیث، تربیع اور تسبیع چار تقسیم کرا کے ہر ایک کے حصص معلوم کرائے اس کام میں چار مہینہ کا وقت صرف ہوا۔ حجاج کا منشاء یہ تھا کہ تلاوت کرنے والے حسب ذوق و ہمت یومیہ ایک مقدار کی تلاوت کیا کریں اور زیادہ سے زیادہ ہفتہ میں قرآن ختم ہوجایا کرے اسلئے کہ خود حجاج بھی روزانہ ایک ربع قرآن تلاوت کرتا تھا پہلا ربع سورۂ انعام کے خاتمہ پر، دوسرا ربع سورہ کہف کی ولیتلطف والی آیت پر، تیسرا ربع سورہ زمر کے خاتمہ پر چوتھا ربع مابقی من القرآن، (تفسیر قرطبی ۱/۶۴، جمال القراء للسخاوی) حجاج کی ان تقسیمات میں سے برصغیر کے متداول مصاحف میں صرف تنصیف مشہور ہے یعنی کلمہ ''ولیتلطف'' کو جلی قلم سے نمایاں رکھتے ہیں۔ تنصیف کے بھی کئی اعتبارات ہیں جسکو امام سیوطی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور تنصیف باعتبار عدد الحروف میں بھی کئی اقوال ہیں ''ولیتلطف'' پر نصف قرآن ہونا ایک قول کے مطابق ہے۔

﴿امام عاصم جحدریؒ کی تقسیمات کا بیان﴾

علامہ سخاویؒ نے ہلال وراق اور عاصم جحدری متوفی ۱۲۸ھ دونوں سے انصاف تا اعشار قرآن نقل کیا ہے۔

(انصاف) نصف اول سورہ کہف کے خاتمہ پر نصف ثانی آخر القرآن۔

(اثلاث) ثلث اول سورۃ براءۃ کے ختم پر (۲) سورہ قصص کے ختم پر (۳) آخر القرآن۔

(ارباع) ربع اول سورہ انعام کے ختم پر (۲) سورہ کہف کے ختم پر (۳) یسین کے ختم پر

(۴) آخرالقرآن۔

(اخماس) خمس اول سورہ مائدہ کے ختم پر (۲) ختم یوسف (۳) ختم فرقان (۴) ختم حم سجدہ (۵) آخرالقرآن۔

(اسداس) سدس اول نساء کے ختم پر (۲) ختم براءۃ (۳) ختم کہف (۴) ختم قصص (۵) ختم دخان (۶) آخرالقرآن۔

(اسباع) سبع اول سورہ نساء آیت/۶۱ (**یصدون عنک صدودا**) پر (۲) سورہ اعراف آیت ۱۷۰/ (**انا لا نضیع اجر المصلحین**) پر۔ (۳) سورہ ابراہیم آیت ۲۵/ (**لعلهم یتذکرون**) پر۔ (۴) سورہ مؤمنین آیت ۵۵/ (**ایحسبون انما نمدهم به من مال و بنین**) پر (۵) سورہ سبا آیت ۲۰/ (**فاتبعوه الا فریقاً من المؤمنین**) (۶) ختم سورہ فتح (۷) آخرالقرآن۔

(اثمان) ثمن اول بقرہ اور آل عمران (۲) خاتمہ انعام (۳) خاتمہ ھود (۴) خاتمہ کہف (۵) خاتمۂ شعراء (۶) خاتمۂ یسین (۷) خاتمہ ذاریات (۸) آخرالقرآن۔

(اعشار) عشر اول بقرہ و آل عمران کی سو آیات (۲) خاتمہ المائدۃ (۳) خاتمہ انفال (۴) خاتمہ یوسف (۵) خاتمہ کہف (۶) خاتمہ فرقان (۷) خاتمہ احزاب (۸) خاتمہ حم سجدہ (۹) خاتمہ واقعہ (۱۰) آخرالقرآن

اتساع کے متعلق علامہ سخاویؒ نے "**ولم یحفظ التسع**" لکھا ہے۔ عاصم جحدری کی مذکورہ تقاسیم میں سے سوائے اسباع قرآن اور اعشار میں سے عُشر اول کے بقیہ تقسیمات پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ہر تقسیم کے ہر حصہ میں جو مقدار مقرر فرمائی ہے اس میں

آیتوں کی تعداد کے ساتھ کامل سورہ کا بھی خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ متوفی ۵۹۷ھ نے فنون الافنان فی عیون علوم القرآن میں بھی انصاف قرآن سے لیکر اعشار تک کی تقسیم نقل فرمائی ہے جو امام عاصم جحدری کی تقسیم سے قدرے مختلف ہے یہاں ابن جوزی کے حوالہ صرف سے اتساع قرآن نقل کر کے تقاسیم عشرہ کو مکمل کرتے ہیں۔

(اتساع) تسع اول آل عمران کی ۱۵۰/آیت یعنی (خیر النٰصرین) پر (۲): سورہ انعام کی ۶۰/آیت (ثم ینبئکم بما کنتم تعملون) پر (۳) سورہ توبہ کی ۹۲/آیت (ماینفقون) پر (۴) سورہ نحل کی ۲۰/آیت (وهم یخلقون) پر (۵) سورۃ حج کی ۲۲/آیت (عذاب الحریق) پر (۶) سورہ عنکبوت کی ۴۵ (ماتصنعون) پر (۷) سورہ مؤمن کی ۱۱/آیت (من سبیل) پر (۸) خاتمہ الرحمٰن (۹) آخر القران (فنون ۲۵۸)۔

امام حمید اعرج کی تقسیمات کا اجمالی ذکر

امام حمید بن قیس مکی اعرج تابعی متوفی ۱۳۰ھ جو کبار محدثین میں سے ہیں اور ابن کثیر مکی سے مقدم مکہ کے مقری تھے انہوں نے بھی کلمات وحروف کی تعداد شمار کر کے انصاف قرآن سے لیکر اعشار تک کی تقسیمات اور انکے حصص مقرر فرمائے ہیں جنکی تفصیل علامہ سخاوی متوفی ۶۴۳ھ نے بیان فرمائی ہے (جمال القراء ۱/۱۲۱)

﴿اجزاءواحزاب کا بیان﴾

﴿جزءاورحزب کا لغوی وشرعی مفہوم﴾

حزب (جمع احزاب) کے ایک معنی جماعت اور پارٹی کے ہیں جیسے حزب اللہ ،حزب الشیطان ۔دوسرے معنی وِرد یعنی روزانہ قرأت کی ایک مقررہ مقدار کو کہتے ہیں اس اعتبار سے احزاب القرآن اوراجزاءقرآن کا ذکر آتا ہے. **حزب الرجل اصحابه ،الحزب الورد ومنه احزاب القرآن** (مختارالصحاح) **جزء:** کے معنی ہیں ٹکڑا،حصہ(جمع اجزاء) چونکہ تلاوت کی مقررہ مقدار بھی کل کا ایک حصہ اور ایک ٹکڑا ہے اسلئے قرأت کی مقدار مقررہ کو جزء بھی کہتے ہیں پس جزء کوحزب کہنااورحزب کو جزء سے تعبیر کرنا دونوں صحیح ہے اوس بن حذیفہ ثقفی کے واقعہ میں ہے جب ایک رات حضور ﷺ کو وفد کے پاس آنے میں تاخیر ہوئی تو ارشادفرمایا تھا: **انه طرأ عليَّ جزئی من القرآن فکرهت ان اجیء حتی اتمه .** مسنداحمد میں ''**حزب من القرآن**'' کا لفظ ہے۔نیز اوس بن حذیفہؓ نے صحابہ سے سوال کیا ''**کیف تحزبون القرآن**'' ،ایک دوسری حدیث میں: **من نام عن ''حزبه'' من اللیل او عن شئی منه فقرأه مابین صلا ة الفجر و صلاة الظهر کتب له کانه قرأه باللیل** (مسلم)اسی طرح ابن الہاد کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھ سے پوچھا کتنے دنوں میں قرآن پورا کرتے ہو؟ میں نے کہا''**مااجزئه** ''میں کوئی مقدار مقرر نہیں کرتا ہوں اس پر نافع نے کہا: **لا تقل ما اجزئه فان رسول الله** ﷺ **کان یقول قرأت ''جزءاً'' من القرآن** تلاوت کے لئے میں کوئی جزء مقرر

نہیں کرتا ہوں یہ مت کہو اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''جزء'' مقررہ مقدار پڑھا کرتے تھے (سنن ابی داؤد) بلکہ قرأت کی مقررہ مقدار کو ''ورد'' بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ اہل لغت نے ذکر کیا ہے اور ورد کا لفظ بھی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ابواسیدؓ فرماتے ہیں: **نمت البارحة عن وردی حتی اصبحت فلما اصبحت استرجعت وكان وردی سورة البقرة ،فرأيت فی المنا م كأن بقرة تنطحنی** ۔کل رات اپنے ورد (تلاوت کی مقررہ مقدار) پورا کرنے سے سو گیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی جب صبح ہوئی تو میں نے **انا لله وانا اليه راجعون** پڑھا میرا معمول سورۂ بقرہ کا تھا میں نے دیکھا کہ گویا گائے مجھے سینگ مار رہی ہے (رواہ ابن ابی داؤد) ۔غرض یہ سب الفاظ شرعی مفہوم کے ساتھ احادیث سے ثابت ہیں۔

﴿اجزاء واحزاب میں تقسیم کا فائدہ﴾

صاحب کشاف علامہ زمخشری قرآن پاک کی تقسیم اور سورتوں میں تقطیع کے فوائد بتاتے ہوئے لکھتے ہے؛**منها ان القاری اذا ختم سورة او بابا من الكتاب ثم اخذ فی آخر كان انشط له وابعث علی التحصيل منه لو استقر علی الكتاب بطوله ومثله المسافر اذا قطع ميلاً او فرسخاً نفس ذالک منه ونشط للسير. و مِنْ ثَمَّ جُزِّئَ القرانُ اجزاءً واخماساً،ومنهاان الحافظ اذا حذق السورة اعتقد انه اخذ من كتاب الله تعالی طائفة مستقلة بنفسها فيعظم عنده ما حفظه** (اتقان،عن الکشاف) یعنی قرآن پڑھنے والا جب کوئی سورۃ ختم کر

لیتا ہے (یا کتاب کا کوئی باب پورا کر لیتا ہے) پھر دوسری سورۃ یا باب میں مشغول ہوتا ہے تو یہ (ایک مخصوص حصہ کو پور کر کے دوسرے میں داخل ہونا) اسکے لئے زیادہ نشاط کا ذریعہ اور مزید تحصیل قرأت پر ابھارنے والا ہے بنسبت اسکے کہ مسلسل قرأت میں لگا رہے جیسے کہ مسافر جب ایک میل یا ایک فرسخ طے کر لیتا ہے تو طبعاً مزید چلنے کیلئے چست اور مستعد ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قرآن کو اجزاء واخماس وغیرہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اسی طرح حافظ جب کسی سورہ کو کامل طور پر محفوظ کر لیگا تو اسے یقین ہوگا کہ کتاب اللہ کا ایک معتد بہ حصہ حاصل کر لیا اس سے اسکے دل میں یاد کئے ہوئے حصہ کی عظمت بڑھ جائے گی ۔

﴿پانچویں تقسیم﴾ احزاب سبعہ کا ذکر

قرآن پاک کا اولین حق اور اسکی فضیلت کے پیش نظر صحابہ کرام نے اپنے ذوق و جذبہ اور ہمت کے مطابق یومیہ تلاوت کے لئے ایک مخصوص مقدار کی تعیین فرمائی تھی تا کہ تلاوت علی الدوام ہو سکے جسے حزب یا جزء یا ورد کہتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا امام نووی ''اذکار'' میں لکھتے ہیں کہ ختم قرآن کے تعلق سے صحابہ میں متعدد جماعتیں تھیں مثلاً حضرت اوس بن حذیفہ جو وفد ثقیف میں مدینہ منورہ آئے تھے انہوں نے صحابہ کرام کے معمولات کے بارے میں سوال کیا تھا فرماتے ہیں **قال فسألت اصحاب رسول اللّٰہ** ﷺ **كيف تحزِّبون القرآن قالوا ثلث و خمس و تسع و احد عشرة و ثلث عشرة و حزب المفصل** (ابوداؤد، احیاء العلوم، جمال القراء) کہ میں نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کو کتنے حصوں میں (یومیہ تلاوت کے لئے) تقسیم کرتے ہیں تو صحابہ

نے فرمایا تین، پانچ، نو، گیارہ، تیرہ اور مفصلات کی سورتوں کا مجموعہ بلکہ اسی واقعہ میں خود حضور ﷺ کا معمول اس طرح نقل کیا ہے **فسألنا اصحاب رسول الله ﷺ کیف کان رسول الله ﷺ یحزب القرآن فقالوا : کان رسول الله ﷺ یحزبه ثلاثاً و خمساً فذکره** (برہان، فتاوی ابن تیمیہ) یہی وجہ ہے کہ ہفتہ میں ختم قرآن کا معمول اکثر صحابہ کرام کا رہا ہے اور اسکے تین طریقے پائے جاتے تھے۔

﴿منزل کا بیان﴾

پہلا طریقہ یہ تھا کہ پہلی شب میں فاتحہ کے بعد تین سورتیں، دوسری شب میں اس کے بعد پانچ سورتیں، تیسری شب میں اس کے بعد سات سورتیں، چوتھی شب میں اس کے بعد نو سورتیں، پانچویں شب میں گیارہ سورتیں، چھٹی شب میں تیرہ سورتیں اور ساتویں شب میں بقیہ قرآن مجید پورا کرتے تھے۔

[۱]ف	شب جمعہ میں	سورۂ فاتحہ سے مائدہ تک	فاتحہ اور تین سورتیں
[۲]م	شنبہ کی شب میں	سورۂ مائدہ سے یونس تک	پانچ سورتیں
[۳]ی	یکشنبہ کی شب میں	سورۂ یونس سے بنی اسرائیل تک	سات سورتیں
[۴] ب	دوشنبہ کی شب میں	سورہ بنی اسرائیل سے شعراء تک	۹/نو سورتیں
[۵] ش	سہ شنبہ کی شب میں	شعراء سے والصفات تک	گیارہ سورتیں
[۶] و	چہارشنبہ کی شب میں	والصفات سے ''ق'' تک	تیرہ سورتیں
[۷] ق	شب پنج شنبہ میں	''ق'' سے والناس تک	بقیہ سورتیں

ان سات احزاب کو برصغیر میں سات منزلوں کے نام سے جانتے ہیں جن کی ابتداء کو سہولت سے یاد رکھنے کے لئے ''فمی بشوق'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ہر منزل کی پہلی سورۃ کے نام کا پہلا حرف لے کر یہ جملہ بنایا گیا ہے (فتح العزیز:۱/۲۹) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ''فمی بشوق'' کا جملہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

(ب) دوسرا طریقہ حضرت عثمان غنیؓ بھی اسی طرح سات راتوں میں مگر ذرا فرق کے ساتھ ختم کرتے تھے، حضرت ابی بن کعب کا بھی یہی معمول تھا ۔

[۱] جمعہ کی شب میں فاتحہ سے لیکر مائدہ کے ختم تک۔

[۲] شنبہ کی شب میں سورۂ انعام سے سورۂ ہود کے آخر تک۔

[۳] یک شنبہ کی شب میں سورہ یوسف سے سورۂ مریم کے آخر تک۔

[۴] دوشنبہ کی شب میں سورہ طہٰ سے سورۂ قصص کے آخر تک۔

[۵] سہ شنبہ کی شب میں سورہ عنکبوت سے سورۂ ''ص'' کے آخر تک۔

[۶] چہار شنبہ کی شب میں سورہ زمر سے سورۂ رحمٰن کے آخر تک۔

[۷] پنجشنبہ کی شب میں بقیہ قرآن شریف ختم کرتے تھے (احیاء۱/۳۲۶،قوت القلوب۱/۶۰)

(ج) تیسرا طریقہ قرآن پاک کو آیات کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم کیا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے صحابہ آیتوں کا شمار کرتے تھے اور ہر شب میں ہزار آیتیں پڑھتے تھے، اس صورت میں بھی ساتویں شب میں قرآن ختم ہو جاتا ہے (فتح العزیز،ص:۳۳۱)۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ بھی ۷/دن میں قرآن ختم کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ ہفتہ میں ختم قرآن کا تینوں طریقہ صحابہ کرام میں رائج تھا اکثر صحابہ

کرام کا معمول وہی تھا جسکو ''فمی بشوق'' کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے ''احزاب سبعہ'' کے طریق کو مستحب کہا جائے تو بجا ہے۔ابوطالب مکیؒ متوفی ۳۸۶ھ تحزیب فمی بشوق کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **کأن تحزیبہ کان علی عدد الآی اذ عددھا ستة آلاف ومائتان وست وثلاثون آیة وقد اعتبرت ذلک فی کل حزب فرأیته یتقارب** (تحزیب القرآن عن قوت القلوب)

قرآن کریم کا تجزیہ آیات کی تعداد کے اعتبار سے ہے آیتوں کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چھتیس ہےاور میں نے ہرحزب میں اسے جانچا ہے جوقریب قریب یکساں ہیں

﴿چھٹی تقسیم﴾ پاروں کا ثبوت،اجزائے ثلاثین کا بیان

تیس پاروں کی تقسیم کی اہم و بنیادی دلیل حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث ہے جوصحاح میں متعدد طرق سے منقول ہے **عن عبد الله بن عمرو ان النبی ﷺ قال :اقرأ القرآن فی شهر(کل لیلة جزءاً وکان یقرأ القرآن کل لیلة ای یختم فیها کما هو فی حدیث مسلم)قال انی اجد قوة قال:اقرأ فی عشرین (ای اختم فی عشرین لیلةً)قال انی اجد قوة قال:اقرأ فی خمسة عشر(لیلةً فی کل لیلةٍ جزئین) قال انی اجد قوة قال:اقرأ فی عشر(ای عشر لیال فی کل لیلةٍ منها ثلثة اجزاءٍ)قال انی اجد قوة قال: اقرأ فی سبع و لا تزیدنَّ علی ذلک** (ابوداؤد مع البذل،مسلم) حضورﷺ نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا ایک ماہ میں قرآن پڑھو(یعنی ہر رات ایک جزء جبکہ وہ ہر رات پورا قرآن ختم کرتے تھے) صحابی نے

کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے تب حضورﷺ نے فرمایا کہ بیس دن میں پڑھو (یعنی بیس راتوں میں قرآن ختم کرو) صحابی نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تب حضورﷺ نے فرمایا پندرہ راتوں میں پڑھو (یعنی ہر رات دو جزء پڑھو) صحابی نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، حضورﷺ نے فرمایا کہ دس راتوں میں پڑھا کرو (یعنی ہر رات میں تین جزء) حضرت عبداللہ بن عمرو نے جب مزید رغبت وقوت کا اظہار کیا تو آپﷺ نے فرمایا سات رات میں پڑھو (یعنی ہر ہفتہ میں ایک ختم کرو) اس پر ہرگز اضافہ نہ کرو (یعنی اس سے کم مدت میں قرآن ختم نہ کرو)

چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں ایک جماعت ہر ماہ ایک قرآن ختم کرتی تھی۔ (الاذکار للنووی) مسندالہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اس ارشاد نبویﷺ کی پہلی ہدایت ''مہینہ میں ایک ختم کرو'' پر عمل کرنے کے لئے (قرآن پاک کو جب تیس دنوں میں تقسیم کریں گے تو) ہر رات ایک سی پارہ یعنی تیسواں حصہ کی مقدار قرأت ہوا کرے گی۔ (فتح العزیز ۱/۲۹) یعنی روزانہ تلاوت کے لئے قرآن پاک کا اتنا حصہ مقرر کیا ہوگا جس سے ایک ماہ میں ختم ہو جائے کہیں کہیں ایک دو آیتوں کا آپس میں فرق بھی ممکن ہے جیسا کہ اختلاف اقوال سے معلوم ہوتا ہے بہر حال اس جماعت صحابہ کے عمل سے جتنی مقدار یومیہ تلاوت کی ہوتی تھی وہی اجزائے ثلثین کی اصل ہے چنانچہ کتب قرأت کے علاوہ متقدمین کی دیگر کتابوں میں بھی ان اجزائے ثلثین کا ذکر پایا جاتا ہے، مثلاً امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ اپنی مشہور تصنیف ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں **ففی الختم اربع درجات ،الختم فی یوم و لیلة وقد کرهه جماعة .والختم فی کل شهر**

کل یوم جز ء من ثلثین جزء اً ۔یہی اجزائے ثلثین دیگر اجزائے ستین وغیرہ کے لئے اساس وبنیاد ہے۔(الحر رنی علوم القرآن)

﴿ساتویں تقسیم﴾ احزاب ستین یعنی حزب یا نصف جزء کا بیان

حضرات صحابۂ کرامؓ میں ایک جماعت ہر دو ماہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتی تھی ،امام نوویؒ لکھتے ہیں: **فکان جماعة منهم يختمون في كل شهرين ختمة.** (الاذکار ج/۱) یعنی قرآن پاک کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کرلیا تھا تا کہ یومیہ ایک حصہ پڑھے تو دو ماہ میں قرآن پاک ختم ہوجایا کرے۔صحابہ کرام کے اس تجزیہ سے جن اجزاء کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ اجزائے ثلثین کا نصف ہے ان ساٹھ حصوں میں سے ہر حصہ کو جزء اور حزب بھی کہہ سکتے ہیں ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں: **وهذه الاجزاء اخذتها عن غير واحد من شيوخنا و قرأت عليهم بها** (جمال القراء) کتب قرأت میں ان اجزائے ستین یعنی احزاب کا ذکر مفصل موجود ہے۔(جمال القراء،غیث النفع)

﴿آٹھویں تقسیم﴾ ربع اور ثلث کا ثبوت

حضرت عبداللہ بن عمرو کی مذکورہ حدیث کے ایک طریق میں یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں میں قرآن ختم کرلیں ،ارشاد فرمایا'' چالیس دنوں میں ختم کرلیا کرو'' (اتقان،بذل المجہود شرح ابی داؤد) اس حدیث کے مطابق عمل کرنے کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید کو چالیس حصوں میں تقسیم کرکے روزانہ ایک حصہ پڑھا جائے ،بالفاظ دیگر ہر حزب کو دو حصوں میں تقسیم کرکے نصف پارہ پر ایک ربع کا اضافہ کرلیا

جائے تو پورے قرآن کا چالیسواں حصہ بن جاتا ہے اس لئے ۳۰/اجزاء میں سے ہر جزءکو چار حصوں میں تقسیم کر کے حصۂ اول پر ربع کی علامت اور دو ربع پر نصف اور تین ربع پر الثلثۃ کی علامت مقرر کی گئی تا کہ قرآن میں کہیں سے بھی تین چوتھائی کی قرأت کرنے سے چالیسواں حصہ کی تلاوت ہو جائے۔اس طرح چالیس دن میں ایک قرآن ختم ہو جائے گا (فتح الباری ۹/۹۵)۔

حاصل یہ کہ حضورﷺ کی ہدایت پر مختلف صحابہ کرام نے اپنے ذوق کے مطابق چندایام میں ختم قرآن کواپنا معمول بنایا تھا تو اسکا لازمی نتیجہ ان اجزاء واحزاب کی شکل میں ظاہر ہوا اور صحابہ کے نقش قدم پر تابعین اور اتباع تابعین میں معمول پایا جاتا تھا۔اوران ہی کے اجتہادی مساعی سے اجزاء کی تعیین وتحدید امت کے سامنے آئی اور کتب فن میں محفوظ کی گئی ہے۔

﴿تحدید وتعیین کا زمانہ﴾

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ مختلف اجزاء واحزاب کے مقادیر کی تعیین جو اہل فن کے نزدیک معہود ہے فی الجملہ ان کا ثبوت حضرات صحابہؓ سے بھی ہے۔اس سلسلہ میں وہ روایت جو امام شعبہ متوفی ۱۶۰ھ اپنے استاذ ابوعوانہ سے نقل کرتے ہیں اس سے تقسیم کا قدیم اور صحابہ سے ہونا واضح ہوتا ہے:**قد روی شعبہ عن ابی عوانہ انہ قال: اول من جزَّأ القرآن باسباعہ واعشارہ علی الآیات عثمانؓ و جزَّأہ علی الکلمات ابی بن کعب وبہ اخذ اھل العراق .وجزَّأہ علی الحروف معاذ بن جبل وبہ اخذ ابن مسعودؓ** یعنی آیات کی تعداد کے اعتبار سے سات یادس حصوں

میں قرآن پاک کی تقسیم سب سے پہلے حضرت عثمانؓ نے فرمائی اور کلمات قرآنیہ کی تعداد کے اعتبار سے قرآن کا تجزیہ سب سے پہلے ابی بن کعبؓ نے کیا (اہل عراق کے نزدیک اجزاء قرآن کی تقسیم کلمات ہی کے اعتبار سے ہے اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے سب سے پہلے معاذ بن جبلؓ نے اجزاء میں تقسیم فرمائی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اسی اعتبار سے اجزاء مقرر فرمایا تھا۔

اور چونکہ صحابہ کرام مقدار مخصوص پر علامت بھی مقرر فرماتے تھے اس لئے صحابہ کا یہ عمل تابعین، تبع تابعین کے لئے راہنما خط بنا اور انہوں نے مصاحف میں اجزائے ثلثین ،ستین وغیرہ کی تعیین ونشاندہی کو مناسب سمجھا، چنانچہ حافظ فرماتے ہیں۔ **وھذہ الاخبار تؤذن بان التعشیر والتخمیس وفواتح السور ورؤوس الآی من عمل الصحابة رضوان الله علیهم فاداهم الی عمله الاجتهاد ....علی ان المسلمین فی سائر الآفاق قد اطبقوا علی جواز ذلک واستعمالهم فی الامهات وغیرها والجرح والخطا مرتفعان عنهم فی ما اطبقوا علیه ان شاء الله تعالیٰ** ۔بہر حال اجزاء ہوں کہ احزاب ان سب کی تعیین دورِ صحابہ کے اواخر اور قرن تابعین میں ہوئی ہے جس کا منشأ قرآن پاک کے حفظ وتلاوت اور اس کے معانی کی تعلیم وتدریس کو امت پر سہل کرنا ہے جس طرح قرآن میں اعراب ونقاط وغیرہ لگانے کا مقصد نظم قرآن کے سلسلہ میں امت کو خطا وگمراہی سے بچانا تھا۔حضرت فقیہ الامتؒ لکھتے ہیں"قرون مشہود لہا بالخیر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کر دیا گیا تا کہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے" (فتاوی محمودیہ (قدیم)۱/۱۹)۔

﴿نویں تقسیم﴾ انصاف خمسہ کا ذکر

تابعین عظام نے نظم قرآن کے جو حصص انصاف سے اعشار تک مقرر فرمائے تھے ان میں سے اسداس سے اعشار تک کے اقسام کو بعد میں مزید دو حصوں میں تقسیم کر کے اجزاء بڑھادئے گئے اور مقدار کو کم کر دیا گیا تاکہ تعلیم و تعلم میں سہولت پیدا ہو چنانچہ (۱) انصاف الاسداس یعنی ہر سدس کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو پورے قرآن پاک کے بارہ اجزاء ہو گئے۔ اور علامہ دانیؒ نے امام قرأت ابن ذکوان سے (۲) انصاف الاسباع نقل کیا ہے یعنی ہر سبع کے دو حصے کئے تو پورے قرآن پاک کے چودہ اجزاء ہو گئے۔ اور ۱۵/ اجزاء میں کوئی مستقل تقسیم نہیں ہے بلکہ اجزائے ثلثین اور احزاب ستین میں داخل ہے۔ (۳) اور انصاف الاثمان یعنی ہر ثمن کی بھی تنصیف کی گئی تو پورے قرآن کے سولہ اجزاء ہو گئے۔ (۴) اسی طرح انصاف الاتساع یعنی ہر تسع (نوواں حصہ) کا نصف کیا گیا تو پورے قرآن پاک کے اٹھارہ اجزاء ہو گئے۔ نیز (۵) انصاف الاعشار یعنی ہر عشر (دسواں حصہ) کا نصف کیا گیا ہے اس سے پورے قرآن کے بیس حصے ہو جاتے ہیں۔

﴿دسویں تقسیم﴾ ۲۴/ اجزاء یعنی قراریط کا ذکر

اسداس قرآن یعنی ہر سدس کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے پورے قرآن کے ۲۴/ اجزاء ہو جاتے ہیں، اہل مصران اجزاء کو "قراریط" یعنی ہر جزء کو قیراط سے تعبیر کرتے تھے ابوعمرو دانی فرماتے ہیں **وبھا قرأت علی شیخنا ابی الفتح فارس بن احمد** المتوفی ۴۰۱ھ (جمال القراء) نثر المرجان میں قراریط کی نشاندہی موجود ہے۔

﴿گیارویں تقسیم﴾ ۲۷/اجزاء کا ذکر

علامہ دانیؒ نے ابوبکر ابن اشتہ اصبہانی متوفی ۳۶۰ھ سے نقل فرمایا ہے کہ قرآن پاک کو قیام رمضان کے لئے ۲۷/حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، کلمات اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے، **قال ابو عمرو اخبرنی الخاقانی قال ابو بکر محمد بن عبدالله بن محمد بن اشته الاصبهانی قال وهذه اجزاء سبعة وعشرين علی ذلک** ۔اس تقسیم کا منشاء یہ ہے کہ قیام رمضان یعنی تراویح میں روزانہ ایک مخصوص مقدار میں قرآن پڑھا جائے تاکہ یکسانیت اور سہولت کے ساتھ ۲۷/کی شب میں قرآن ختم ہو جائے ۔ اسی کے قریب قریب ۲۸/ اجزاء کی تقسیم ہے جو اسباع قرآن میں سے ہر سبع کے چار حصوں میں تقسیم کرنے سے ہوتی ہے، ابن جوزیؒ نے ۲۸/اجزاء کی تفصیل نقل فرمائی ہے (فنون ۲٦۸)

﴿بارہویں تقسیم﴾ انصاف الاحزاب وارباع الاحزاب کا ذکر

احزاب ستین جس کا ذکر ساتویں تقسیم میں گذر چکا ہے اسکے ہر حزب (جزء) کو اولاً دو حصوں میں تقسیم کیا یعنی انصاف الاحزاب مقرر کئے گئے اس طرح قرآن پاک کے ۱۲۰/اجزاء ہو گئے پھر مزید تعلیم قرأت میں سہولت پیدا کرنے کے لئے انصاف کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ''ارباع'' مقرر کئے گئے اس طرح ہر حزب کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے ۲۴۰/اجزاء ہو گئے، علامہ دانی لکھتے ہیں حصہ اول کو ربع حزب، دوسرے کو نصف حزب اور تیسرے حصہ کو ثلث حزب سے تعبیر کیا ہے علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے استاذ امام

شاطبیؒ جمع قرأت کے طلبہ کے لئے ارباع احزاب والی تقسیم کو اختیار کرتے تھے یعنی ایک حزب کو چار دنوں میں پڑھا جاتا تھا روزانہ ایک ربع حزب سبق ہوتا تھا اور ایک زمانہ دراز تک یہ سلسلہ مصر میں قائم رہا (جمال القراء ۱/۱۵۴)

ان ساٹھ احزاب اور ہر حزب کے انصاف، ارباع اور اثلاث کی اہل فن نے جو تفصیلات کی ہیں وہ کتب قرأت اور اسی موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں مندرج ہیں عرب ممالک کے مصاحف میں اجزائے ثلثین کے ساتھ احزاب ستین اور اسکے نصف ربع اور ثلث کا بھی ذکر کیا گیا ہے، البتہ برصغیر کے مصاحف میں اجزائے ثلثین کی تعیین اور اسکے انصاف اور ارباع اور اثلاث کا ذکر پایا جاتا ہے۔ **جزء العلماء القرآن تجزءات شتى منها: التجزئة الى ثلثين جزءاً واطلقوا على كل واحد منها اسم الجزء بحيث لا يخطر بالبال عند الاطلاق غيره فاذا قال قائل: قرأت جزءاً من القرآن تبادر للذهن انه قرأ جزءاً من الاجزاء الثلثين ثم جزءوا كل واحد من هذه الاجزاء الثلاثين الى جزئين وقد اطلقوا على كل واحد منها اسم الحزب فصارت الاحزاب ستين حزباً ثم جزءوا الحزب الى اربعة ارباع** (التجدید فی الاتقان والتجوید ۵۱)

﴿ تیرہویں تقسیم ﴾ ۳۶۰/اجزاء یعنی ''اوراد'' کا ذکر

ابوجعفر منصور جو ۱۳۶ھ سے ۱۵۸ھ تک خلیفہ رہا اس نے عمرو بن عبید سے جو بڑا ذی علم اور خلیفہ کا معتمد خاص تھا عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ قرآن پاک حفظ کروں تم بتاؤ کتنی

مدت میں حفظ کرسکتا ہوں؟ اسنے کہا اگر اللہ تعالیٰ آسان کردے تو ایک سال میں ممکن ہے خلیفہ نے کہا میں چاہتا ہوں چنانچہ عمرو بن عبید نے قرآن پاک کے ۳۶۰/ اجزاء کئے اور ہر جزء کے اخیر میں سونے کے پانی سے خط کھینچ کر اجزاء میں امتیاز قائم کردیا۔ پھر ہر ۱۲/ جزء کا ایک مجموعہ بنا کر تیس مجموعے تیار کئے چنانچہ خلیفہ نے روزانہ ایک جزء یاد کر کے سال بھر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ ابوالعیناء محمد بن قاسم بن خلاد بصری ۲۸۳ھ کہتے ہیں کہ خلیفہ نے ان اجزاء کے ذریعہ حفظ کیا تھا اور اپنے بیٹے کو ان ہی اجزاء کے ذریعہ تعلیم دلائی اور ابو العیناء کہتے ہیں میں نے خود اسکے مطابق قرآن پاک حفظ کیا اور اپنے گھر والوں میں سے بہت سے افراد کو سکھایا اور انہوں نے قرآن حفظ کرلیا پس یہ تقسیم مبارک ہے۔ (جمال ۱۶۳)

ان اجزاء کو ''اوراد'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ قاری محمد غوث حیدرآبادیؒ نے نثر المرجان کے حاشیہ میں رقم کیا ہے اس تقسیم کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ہر حزب کے اثلاث معلوم ہوجاتے ہیں کیونکہ دو جزء ایک ثلث حزب ہے اور تین جزء نصف حزب ہے اور چار جزء دو ثلث ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اسکے ذریعہ قرآن پاک کا نصف، ثلث ، ربع، خمس وغیرہ بھی معلوم ہوجاتا ہے، چنانچہ قرآن کا نصف ۱۸۰/ ورد (**لقد جئت شئی نکراً**) پر ہے، ایک ثلث ۱۲۰/ ورد (**فھم لایعلمون**) سورہ توبہ آیت ۹۳/ پر ہے، ایک ربع ۹۰/ جزء ہے، ایک خمس ۷۲/ جزء، ایک سدس ۶۰/ جزء، ایک ثمن ۴۵/ جزء، ایک تسع ۴۰/ جزء، دسواں حصہ ۳۶/ ورد، تیسواں حصہ ۱۲/ ورد پر مشتمل ہے یعنی ایک پارہ، چالیسواں حصہ ۹/ ورد یعنی پون پارہ، ساٹھواں حصہ ۶/ ورد یعنی آدھا پارہ یا ایک حزب ہوتا ہے۔ تیسرا فائدہ حفظ قرآن کے لئے یہ تقسیم معین ہے اسلئے کہ ایک دن میں ایک جزء کا حفظ کرنا جو

حافظ بننا چاہے اس کے لئے مشکل نہیں ہے۔

﴿چودہویں تقسیم﴾ ۵۴۰/حصوں میں یعنی رکوع کا ذکر

سابقہ تمام تقسیمات کا مدار آیات وکلمات کی تعداد پر ہے اور بعض ان میں حروف کے شمار پر بھی ہے ان سب کے بعد ایک تقسیم مشائخ بخاری نے قیام رمضان کے لئے معانی کو مدنظر رکھ کر ۵۴۰/ حصوں میں فرمائی ہے جسے رکوع سے تعبیر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض رکوع بالکل چھوٹا اور بعض بڑا ہے اس تقسیم کا منشاء وہی ہے جو ۲۷/اجزاء میں تقسیم کا ہے قاضی عمادالدین سے منقول ہے: **ان مشائخ بخاری جعلوا القرآن خمس مائة واربعین رکوعا واعلموا الختم بها لیقع الختم فی اللیلة السابعه و العشرین رجاء ان ینالوا فضیلة القدر اذالاخبار قد کثرت......وانما سموه رکوعاعلی تقدیر انهاتقرأفی کل رکعة.**

مشائخ بخاری نے قرآن پاک کو ۵۴۰/رکوع میں تقسیم کیا اور ہر رکوع کے ختم پر علامت مقرر فرمائی تا کہ ۲۷/کی شب میں قرآن پاک ختم ہو جائے شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کی امید میں اسلئے کہ اسکی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ان اجزاء میں سے ہر جزء کو رکوع کا نام دیا گیا تا کہ ہر رکعت میں پڑھا جائے۔

﴿آیات وکلمات اور حروف کے اعداد وشمار﴾

تعداد آیات کا ذکر اصل اور نمونہ کے طور پر خود قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا''**ولقد اتینک سبعاً من المثانی والقراٰن العظیم** اور البتہ تحقیق کہ ہم نے

آپ کو سات آیتیں دی ہیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔ پھر حضور ﷺ سے تعداد آیات کا ثبوت احادیث صحیحہ میں موجود ہے امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ نے اپنی سنن میں تعداد آیات پر مستقل عنوان ''بــاب فـی عدد الآی'' قائم کیا ہے اور اسکے تحت حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سورۂ ملک کی ۳۰/آیتوں کے متعلق لیکر آئے ہیں۔

مزید یہ کہ حضرات صحابہ کرام قرآن پاک کے متعلق ایک ایک شئی کو محفوظ کرنے کے حریص اور امت تک پہنچانے کے فکرمند اور ذمہ دار تھے اسلئے کہ انکے سامنے حضور ﷺ کی ہدایات اور ارشادات رہا کرتے تھے۔

﴿ آیتوں کی تعداد اور اسکے شمار پر آمادہ کرنے والی احادیث ﴾

(۱) **عن عقبة ابن عامر قال : خرج رسول الله ﷺ و نحن فی الصفة فقال ایکم یحب ان یغدو کل یوم الی بطحان او الی العقیق فیأتی منه بناقتین کوماوین فی غیر اثم ولا قطع رحم فقلنا یا رسول الله نحب ذلک قال: افلا یغدو احدکم الی المسجد فیعلم او یقرأ آیتین من کتاب الله خیر له من ناقتین وثلث خیر له من ثلث واربع من خیر له من اربع ومن اعدادهنّ من الابل** (مسلم ۱/۲۷۰) حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (گھر سے) نکلے ہم لوگ صفہ میں تھے آپ نے فرمایا تم میں سے کون چاہتا ہے کہ روزانہ صبح بطحان یا عقیق جائے اور وہاں سے عمدہ کوہان والی دو اونٹنی لیکر آئے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم تو چاہتے ہی ہیں فرمایا تو پھر کیوں نہ تم میں سے کوئی مسجد جائے

اور سیکھے یا پڑھے کتاب اللہ میں سے دو آیتیں یہ اسکے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیتوں کا پڑھنا یا سیکھنا تین اونٹنیوں سے بہتر ہے اور چار آیت کا پڑھنا چار اونٹنیوں سے بہتر ہے اسی طرح عدد زیادہ کرتے جائیں (مسلم شریف ۱/۲۷۰)۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ انہ قال قال النبی ﷺ : ایحب احدکم اذا رجع الی اھلہ ان یجد فیہ ثلث خلفات عظام سمان قلنا نعم قال فثلث آیات یقرأ بھن احدکم فی صلاتہ خیر لہ من ثلث خلفات عظام سمان ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹے تو وہاں تین بڑی موٹی گابھن اونٹنی پائے ہم نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تین آیتیں تم میں سے کوئی شخص نماز میں پڑھے یہ اسکے لئے تین موٹی گابھن اونٹنیوں سے بہتر ہے۔

(۳) کنز العمال میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے **عدد درج الجنۃ عدد آی القرآن** ۔قرآن پاک کی جتنی آیات ہیں جنت کے اتنے ہی درجات ہیں۔

(۴) میمون بن مہران ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں **درج الجنۃ علی قدر آی القرآن بکل آیۃ درجۃ فتلک ستۃ آلاف ومائتا آیۃ و ست عشرۃ آیۃ بین کل درجتین مقدار مابین السماء و الارض**. جنت کے درجات قرآن کی آیتوں کے بقدر ہیں یعنی ایک آیت پر ایک درجہ پس کل آیات چھ ہزار دو سو سولہ ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے بقدر ہے۔

(۵) حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے **یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فأن منزلتک عند آخر آیۃ تقرأھا** (کنز العمال) حافظ

قرآن سے کہا جائے گا قرآن پڑھ اور جنت کے درجہ پر چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھتا تھا پس تیری منزل اس آخری آیت پر ہوگی جو تو پڑھے گا۔

(۶) نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''**من حفظ عشر آیات من اول سورة الکهف عصم من الدجال** (مسلم) **من قرأ عشر آیات من آخر الکهف عصم من فتنة الدجال** (مسند احمد) جس شخص نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کیں اور اسے پڑھتا رہا یا آخر کی دس آیات پڑھنے کا معمول بنایا تو وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(۷) اسی طرح حضرت ابن عباسؓ نے اپنی خالہ کے یہاں رات گذاری تا کہ حضور ﷺ کے اعمال معلوم کریں چنانچہ حضور ﷺ جب بیدار ہوئے تو سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔

(۸) نیز ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ مختلف سورتوں کی متعدد اور مخصوص مقدار میں آیات پڑھ کر حضور ﷺ نے معتوہ (آسیب زدہ) پر دم کیا جس سے وہ صحتیاب ہو گیا۔

(۹) عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف روایت ہے کہ جو شخص سورہ بقرہ کی دس آیات ابتداء کی ۴/آیات، آیۃ الکرسی اور اسکے بعد دو آیات، اور اخیر سورہ سے تین آیات پڑھے گا تو شیطان کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

ذیل کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے متعدد طرق سے سنن ابی داؤد وغیرہ میں موجود ہے اور امام دارمی نے ان میں سے ہر ہر فضیلت پر مستقل باب قائم فرمایا ہے

(۱) جو شخص روزانہ دس آیتیں پڑھے وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا۔

(۲) جو شخص پچاس آیتیں تلاوت کرے وہ حافظین میں لکھا جائے گا۔ گویا ساڑھے چار ماہ میں ایک قرآن ختم ہو جائے گا

(۳) جو شخص ۱۰۰/سو آیات پڑھے وہ قانتین میں لکھا جائے گا۔ یعنی سوا دو مہینہ میں ایک ختم ہو جائے گا۔

(۴) جو شخص ۲۰۰/دو سو آیات پڑھے وہ فائزین میں لکھا جائے گا [یا قرآن اس سے قیامت کے دن حجت نہیں کرے گا۔ لہذا ایک ماہ اور چند دن میں ختم ہو جائے گا۔

(۵) جو شخص ۳۰۰/تین سو [یا پانچ سو] آیات پڑھے تو اس کے لئے ایک قنطار ثواب لکھا جائے گا۔ یعنی بائیس دن یا اس سے بھی کم میں ختم ہو جائے گا۔

(۶) اور جو شخص دن رات میں ایک ہزار آیات پڑھے گا وہ مقسطین میں لکھا جائے گا۔ یعنی سات دن میں قرآن ختم ہو جائے گا۔

(۷) اور جو شخص ایک ہزار آیات اللہ کے راستے میں پڑھے گا تو قیامت کے دن انبیاء، صدقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھایا جائے گا یعنی ایک ہفتہ میں ختم ہوگا نیز حدیث مذکورہ کے بعض طرق میں یہ فضائل نماز میں پڑھنے پر وارد ہوئے ہیں (ابو داؤد، الاذکار، التبیان، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، اتقان، کنز العمال) اسی طرح کی احادیث نے حضرات صحابہ، تابعین کو آمادہ کیا کہ پورے قرآن کی آیات کو شمار کریں۔ (اتقان)

﴿صحابہ کرام شمار آیات سے غافل نہیں تھے﴾

کسی موقع پر ابونضرہ تابعی ل نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے کہا تھا: قلت یا

ابا سعید انکم اعلم بالعدد منا قال اجل (ابوداؤد) اے ابوسعید آپ لوگ عدد و شمار کو ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں غرض آیتوں کے شمار سے خود صحابہ کرامؓ غافل نہیں تھے بلکہ نزول وحی کے زمانہ میں بھی تعداد آیات پر خاصی توجہ ہوا کرتی تھی۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے **قال اقرأ نی رسول الله ﷺ سورة من الثلثين من آل حم يعنی الاحقاف،** امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ ثلثین سے وہ سورتیں مراد ہیں جنکی تعداد آیات تیس یا اس سے کچھ زائد ہو۔ دیکھئے اس حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ نے دو چیز کو خاص مدنظر رکھا ہے ایک تو یہ کہ جو سورۃ مجھے پڑھائی وہ ثلثین میں سے ہے یعنی تیس یا اس سے زائد آیات پر مشتمل ہے دوسری چیز جو قابل توجہ ہے ثلثین آیات والی وہ سورۃ جو آل حم میں سے تھی یعنی سورہ احقاف کیونکہ تیس یا زائد آیات پر مشتمل دوسری سورتیں بھی ہیں۔

امام عاصم اپنے استاذ زر بن حبیش سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: **اختلفنا فی سورة من القرآن فقال بعضنا ثلثين وقال بعضنا اثنين و ثلثين واتينا النبی ﷺ فاخبرناه فتغير لونه فاسرَّ الی علیّ بن ابی طالب بشئی فالتفت الينا علیٌ كرم الله وجهه فقال ان رسول الله ﷺ يامركم ان تقرؤوا القرآن كما عُلِّمتموه** (جمال القراء) قرآن کی ایک سورہ کے متعلق ہمارے درمیان اختلاف ہوگیا ہم میں سے بعض نے کہا تیس آیات ہیں اور بعض نے کہا بتیس آیات ہیں ہم حضور ﷺ کے پاس آئے اور واقعہ کی خبر دی آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپ نے حضرت علیؓ سے سرگوشی فرمائی اسکے بعد حضرت علیؓ ہمارے طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ حضور ﷺ حکم دے رہے ہیں کہ تم قرآن اسی طرح پڑھتے رہو جس طرح تمہیں

سکھلایا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ اختلاف قرأت کی وجہ سے آیتوں کی تعداد میں فرق ہوا ہے کلام اللہ میں قطعاً کمی بیشی نہیں ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں: **ذکر النبی ﷺ ان الفاتحة سبع آیات ،وسورة الملک ثلثون آیة وصح انه قرأ العشر الخواتیم من آل عمران** (برہان للزرکشی) یعنی تعداد آیات کے بارے میں قرآن پاک کی بعض سورتیں تو وہ ہیں جنکی آیتوں کی تعداد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے مثلاً سورفاتحہ، سورہ ملک اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیتوں کا پڑھنا بھی منقول ہے۔

﴿حروف وکلمات کے شمار پر ابھارنے والی احادیث﴾

(۱) **من قرأ حرفاً من کتاب الله فله حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول الم حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف.** جس شخص نے قرآن پاک کا کوئی حرف پڑھا اسکو ہر حرف کے بدلے ایک نیکی اور ایک نیکی آخرت میں دس کے برابر ہوگی میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (مسلم شریف)

(۲) **من قرأ القران فاعربه کان له بکل حرف عشرون حسنة ومن قرأه بغیر اعراب کان له بکل حرف عشر حسنات** جس شخص نے قرآن پڑھا اور حروف کو صاف اور ظاہر کر کے اداء کیا تو ہر حرف کے بدلے بیس نیکیاں اور اگر اسکے بغیر پڑھا تو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہونگی (بیہقی عن الاتقان ۱/۱۴۹) **یا علی تعلم القرآن**

و علمه الناس فلک بکل حرف عشر حسنات فان متّ متَّ شهيدا (کنز العمال) اے علی! قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ تم کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہونگی اگر اس حال میں مر گئے تو شہید مرو گے۔

اس طرح کی احادیث نے آمادہ کیا کہ قرآن کے کلمات وحروف بھی شمار کئے جائیں تا کہ تلاوت کرنے والے کو مقدار قرأت کی زیادتی سے اجر وثواب کی کثرت پر بالخصوص ختم قرآن پر یہ جان کر مسرت ہو کہ اللہ تعالی نے ایک مرتبہ کے ختم پر کتنی کثیر مقدار میں اجر عطا فرمایا ہے تو کثرت سے تلاوت کرنے پر ہم اپنے نامۂ اعمال کو کس قدر پُر کر سکتے ہیں چنانچہ اہل علم نے قرآن پاک کی آیات وکلمات اور حروف شمار کئے ہیں اور اس میں بھی صحابہ اور تابعین پیش پیش رہے ہیں۔

ائمۂ قرأت کے اعداد

آیات قرآنی کی تعداد میں اختلاف شمار کرنے والوں کے ذوق لحاظ میں اختلاف کا نتیجہ ہے۔ اعداد کی نسبت بلاد خمسہ کے قراء عظام کی طرف ہے چنانچہ عدد مکی حضرت مجاہد اور ابن کثیر کی طرف منسوب ہے وہ ابی بن کعبؓ سے منقول ہے، عدد مدنی اخیر کی نسبت ابوجعفر مدنی اور شیبہ بن نصاح کی طرف ہے اور عدد کوفی کی نسبت ابوعبدالرحمٰن سلمی کی طرف ہے جو حضرت علیؓ سے منقول ہے، عدد بصری کی نسبت امام عاصم جحدری کی طرف ہے اور عدد شامی کی نسبت امام ابن عامر شامیؒ کی طرف ہے۔

اما عدد آی القرآن فمختلف فيها على حسب اختلاف العادين

و العدد منسوب الی خمسة بلدان مکة و المدینة و الکوفة و البصرة و الشام فالعدد المکی منسوب الی مجاهد بن جبر و عبد الله بن کثیرؒ، والمدنی الاخیر منسوب الی ابی جعفر یزید بن قعقاع و شیبه بن نصاحؒ ،واما الکوفی فمنسوب الی ابی عبد الرحمن السلمی عن علی بن ابی طالب،واما البصری فمنسوب الی عاصم بن میمون الجحدری، واما الشامی فمنسوب الی عبدالله عامر الیحصبیؒ۔

یعنی بلاد خمسہ مکہ، مدینہ،شام،کوفہ اور بصرہ کے قراءعظام سے آیات قرآنیہ کی جو تعداد منقول ہے وہ حضرات صحابہ وکبار تابعین کے ہی شمار سے ہے (فنون لابن جوزی۲۴۱،اتقان ۸۹)اور قراءحمص کا الگ سے شمار منقول نہیں ہے اسلئے حمص شام میں داخل ہے۔

﴿تعداد آیات ایک نظر میں﴾

(۱) حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ ۶۲۲۶ چھ ہزار دوسو چھبیس ہیں

(۲) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ۶۲۱۸ چھ ہزار دوسو اٹھارہ ہیں۔

(۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ۶۲۳۶ چھ ہزار دوسو چھتیس ہیں۔

(۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ۶۲۱۶ چھ ہزار دوسو سولہ ہیں۔

(۵) امام ابوجعفر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ۶۲۱۰ چھ ہزار دوسو دس ہیں۔

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: **وقد وقع اجماع العادین علی ان القرآن ستة الاف و مائتا آیة ثم اختلفوا فی الکسر الزائد** (فنون ۸۷) مذکورہ اقوال کی روشنی

میں یہ کہنا بجا ہے کہ ٦٢٠٠ آیات پر سب متفق ہیں اس سے زائد میں اختلاف ہے۔اسی لئے ٦٦٦٦ کا قول جو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے محل نظر ہے شاید چھ ہزار دوسو چھیاسٹھ ہو۔ تعداد آیات کے اختلاف کی وجہ ایک تو یہی ہے کہ حضور ﷺ رأس الآیۃ کو بتانے کے لئے رؤس آیات پر وقف فرماتے تھے۔ محل آیات کو بتلانے کے بعد وصل کرتے تھے تو سامع کو خیال ہوتا کہ جہاں وقف کیا تھا وہ فاصلہ یعنی رأس الآیت نہیں ہے: **سبب اختلاف عد الآی ان النبی ﷺ کان یقف علی رؤوس الآی للتوقیف فاذا علّم محلها وصل للتمام فیحسب السامع حینئذٍ انها لیست فاصلة** (اتقان ۱/۸۹) **ان النبی ﷺ کان یقف علی رؤس الآی تعلیماً لاصحابه انها رؤوس آی** (مناہل العرفان ۱/۳۴۴) غرض تعداد آیات میں اختلاف کا مرجع نقل ہے عقل نہیں **ومما یوئد ما ذکرته ان عدد الآی راجع الی التوقیف** (جمال القراء)

﴿تعداد کلمات ایک نظر میں﴾

(۱) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں	۷۷۹۳۴	ستتر ہزار نوسو چونتیس ہے
(۲) امام حمید اعرج فرماتے ہیں	۷۶۴۳۰	چھہتر ہزار چارسو تیس ہے
(۳) امام مجاہد فرماتے ہیں	۷۶۲۵۰	چھہتر ہزار دوسو پچاس ہے
(۴) امام عطاء فرماتے ہیں	۷۷۹۳۴	ستہتر ہزار نوسو چونتیس ہے

اسکے علاوہ بھی اقوال ہیں گویا چھہتر ہزار سے زیادہ میں تابعین کے شمار کا اختلاف ہے کلمات کی تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے: **سبب الاختلاف فی عد الکلمات ان**

الکلمة لها حقیقة و مجاز ولفظ و رسم واعتبار کل منها جائز وکل منها جائز وکل من العلماء اعتبر احد الجوائز (الاتقان ۱/۹۳) یعنی کلمات کے شمار میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور مجاز بھی، اور کلمہ کا ایک تلفظ ہوتا ہے اور ایک اسکی کتابت اور ان میں سے ہر ایک کا لحاظ کرنا درست ہے شمار کرنے والے صحابہ اور تابعین کے اعداد کے فرق کو اسی پر محمول کیا جائے کہ انہوں نے جس چیز کو مدنظر رکھا ہے وہ سب بجا ہے۔

﴿تعداد حروف ایک نظر میں﴾

(۱) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ۳۲۲۶۷۰ تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر حروف ہیں

(۲) ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۳۳۲۶۷۱ تین لاکھ بتیس ہزار چھ سو اکہتر ہیں

(۳) امام مجاہد فرماتے ہیں ۳۲۱۱۸۰ تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی ہیں

(۴) ابومحمد سلام الحمانی فرماتے ہیں ۳۴۰۷۴۰ تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس ہیں

(۵) ابراہیم تیمی فرماتے ۳۲۳۰۱۵ تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ حروف ہیں

اور اتنا ہی نہیں بلکہ اسی خیر القرون میں قرآن پاک کے تمام حروف ہجاء یعنی الف سے لیکر یاء تک کو فرداً فرداً بھی اہل علم نے شمار کیا ہے یہاں تک کہ حرکتوں اور نقطوں وغیرہ کو بھی شمار کر لیا گیا چنانچہ حروف ہجاء میں سے ہر ہر حرف کی تعداد قاضی ابوبکر محمد بن خلف البغدادی متوفی ۳۰۶ھ کے حوالہ سے ابن جوزی نے نقل فرمایا ہے (فنون ۲۵۲)۔

بہر حال آیات وکلمات اور حروف کی تعداد کے بارے میں یہ ایک جھلک ہے

اور جس طرح شمار کرنے والے صحابہ وتابعین کے درمیان شمار میں اختلاف ہے اسی طرح ہر ایک کے اعداد کے بیان میں ناقلین اہل علم کا بھی اختلاف ہے اسلئے جو تعداد یہاں پیش کی گئی ہے آپکے علم میں اسکے علاوہ ہوتو قابل اشکال نہیں ہے اِن اعداد کو پیش کرنے کا منشا یہ ہے کہ نظم قرآن کے اِن کے متعلقہ امور پر بھی خیر القرون میں پوری دلچسپی سے کام کیا گیا ہے کیونکہ حضرات صحابہ اور تابعین نے نظم قرآن کے ہر خدوخال کو شمار کرکے امت کے لئے محفوظ فرما دیا ہے جس طرح کہ قرآن مجسم حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات شریفہ کے ایک ایک امر کو صحابہ کرامؓ نے محفوظ فرما دیا ہے اور یہ سب حفاظت قرآن کریم کے وعدۂ خداوندی کا کرشمہ ہے۔**فلله در الحفظين والعادين**

﴿معرفت آیات کے فوائد﴾

(۱) ہر تین چھوٹی آیات یا اسکے بقدر ایک بڑی آیت نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے **العلم بان كل ثلاث آيات قصار معجزة النبى صلى الله عليه وسلم وفى حكمها الآية الطويلة** (۲) جو ائمہ فن فواصل پر وقف کرنے کو سنت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک رؤس آیات پر وقف کرنا بہتر ہے **حسن الوقف على رؤوس الآى عند من يرى ان الوقف على الفواصل سنةٌ**۔(۳) نماز اور خطبہ میں آیات کا اعتبار کرنا یعنی آیات اور اسکی تعداد اور فواصل کی معرفت پر احکام فقہیہ مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے اتقان میں ذکر کئے ہیں (مناہل ۱/۳۴۴)

﴿اجزاء کی ابتدا وانتہاء کا بیان﴾

﴿اجزائے ثلثین کی تقسیم اصل ہے﴾

اجزائے ثلثین کی تقسیم اصل کے درجہ میں ہے اور احزاب ستین اسی پر متفرع ہے اور انصاف واثلاث اور ارباع یہ سب فرع الفرع ہیں جو تعلیم میں تسہیل کی غرض سے کئے گئے ہیں علامہ سخاویؒ نقل کرتے ہیں: **قال ابن المنادی ابو الحسین احمد بن جعفر** المتوفی ۳۳۶ھ) **وکان الاصل ورد الثلثین** (جمال القراء) **ثم کان لعلماء الامة عناية بهذاالموضوع فعمدوا مجتهدين الى تقسيم القرآن تقسيمات متعددة و يظهر ان ختم القرآن فى شهر كان مقصداً اساساً فى هذه التقسيمات لان الغالب عليها تقسيمه ثلثين جزءاً** (المحرر فی علوم القران)

اجزائے ثلثین پر سب سے قدیم کتاب جسکو ابن ندیم نے ''فہرست'' میں ذکر کیا ہے وہ ''کتاب اجزاء ثلثین'' ہے اسمیں ابوبکر بن عیاش تبع تابعی کے واسطے سے اجزاء ثلثین نقل کئے گئے ہیں ۔آپ کی پیدائش ۹۶ھ میں ہو چکی تھی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اجزاء ثلثین قرن اول میں معروف اور معہود ہو چکے تھے، شاید یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی مشہور ومقبول کتاب ''الجامع الصحیح'' کو قرآن پاک کی اتباع میں تیس اجزاء میں منقسم فرمایا ہے مضامین احادیث کے لئے کتب اور ابواب قائم کرنے کے باوجود۔

ان اجزائے ثلثین کا ذکر عرب اور عجم کے تمام مصاحف میں موجود ہے۔ برصغیر

کے مطبوعہ مصاحف میں پاروں کی ابتداء جہاں سے ہوتی ہے تمام مسلمان اس سے بخوبی واقف ہیں اور عالم عرب کے مصاحف میں بھی تمام اجزاء کی ابتداء بعینہ وہی ہے جو مصاحف ہندو پاک میں ہے البتہ چند اجزاء کی ابتداء میں قلیل فرق ہے، علامہ نوری صفاقسی لکھتے ہیں **وقد وقع للناس فی تعیین فی اوائل الاحزاب والانصاف والارباع خلاف ولاامشی الا علی المتفق علیه او المشهور مع ذکر غیره تتمیماً للفائدة** (غیث ۳۸) یعنی احزاب وانصاف اور ارباع کے اوائل کی تعیین میں ائمۂ فن کے درمیان کچھ اختلاف رہا ہے اور ائمۂ فن وہ حضرات تابعین ہیں جنہوں نے صحابہ کے معمولات کو مدنظر رکھکر کلمات وحروف میں توازن قائم کر کے ابتداء وانتہاء کی تعیین فرمائی ہے اور اس تعیین میں جملوں اور آیتوں کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ علامہ سخاوی نے بھی اتفاق اور اختلاف اقوال کو بیان کیا ہے اس لئے اجزاء واحزاب کی تطبیق میں کہیں کہیں ذرا سا فرق واقع ہوا ہے۔

اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اوقاف سجاوندی سے مزین ایک قلمی نسخہ ۱۰۳۵ھ کا لکھا ہوا ایشیا ٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود راقم الحروف نے اسے صفحہ بصفحہ ملاحظہ کیا ہے اسمیں اجزاء ثلثین کو الجزء لکھ کر عدد کے ذریعہ متعین فرمایا ہے صرف تین پاروں ۲۰/ ۲۱ اور ۲۳/ کی ابتداء میں فرق ہے باقی تمام پاروں کی ابتداء وہی ہے جو آج برصغیر کے متداول مصاحف میں مندرج ہے۔ اسی طرح ایک اور نسخہ ۱۰۸۹ھ کا لکھا ہوا جو مدرسہ کنز المرغوب پٹن (گجرات) کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اسے بھی بالاستیعاب کلمہ بکلمہ ملاحظہ کیا ہے، اس مخطوطہ میں بھی دو تین پاروں کی ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے۔ بقیہ تمام اجزاء

بعینہ اسی کلمہ سے شروع کئے گئے ہیں جو مطبوعہ مصاحف میں پائے جاتے ہیں غرض یہ کہ اجزاء کی ابتداء نقل کے مطابق ہے۔

﴿بعض اہل علم کا نقد﴾

اہل علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج سے آٹھ سو سال پہلے عالمی عبقری شخصیت علامہ ابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ نے (والمحصنٰت) الجزء الخامس، (ومن یقنت) الجزء/۲۲ (قال الم اقل لک) الجز/۱۶ وغیرہ کی ابتداء کے متعلق لکھا تھا کہ مربوط کلام کے درمیان وقف کرنے یا قرأت قطع کرنے سے بے ربطی اور فصل اجنبی لازم آتا ہے جیسا کہ آپس کی گفتگو میں بے موقع کلام قطع کرنے سے کلام بے لطف ہو جاتا ہے پس مذکورہ اجزاء کی متعینہ ابتداء محل نظر ہے، اجزاء کی تقسیم تعداد آیات وکلمات کے بجائے سورتوں کے ذریعہ کی جانی چاہئے (فتاوی ابن تیمیہ، ملاحظہ ہو) علامہ ابن تیمیہؒ نے جن پاروں کی ابتداء کو محل نظر سمجھا تھا انہوں نے اپنے کلام میں اسکا اظہار کیا ہے اور سورتوں کے ذریعہ اجزاء کی تقسیم کو ترجیح دی مگر اس نقد کے باوجود علمائے اسلام جانتے ہیں کہ ان پاروں کی ابتداء ہنوز اسی طرح ہے جس طرح ابن تیمیہؒ سے پہلے تھی کیونکہ اجزاء کی تقسیم مستند الی النقل ہے ماٴخوذ من العقل نہیں ہے اور تقسیم کی بنیاد آیات وکلمات اور حروف کی تعداد پر ہے اور تعداد آیات و کلمات کا اعتبار خود نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔

مضمون ''ترتیب وتدوین قرآنی'' میں جملوں کے تعلق اور معانی کے ربط کو بنیاد بنا کر چودہ پاروں کی ابتداء کو غلط قرار دیا ہے بلکہ نئی تقسیم کے مطابق جدید مصحف شائع کیا

گیا ہے، جو یقیناً عامۃ المسلمین ہی نہیں علماء کے لئے بھی تشویش کا سبب ہے لیکن یہ تجدد ایسا نہیں ہے جسے آنکھ موند کر تسلیم کر لیا جائے اور اسکی تقلید کی جائے کیونکہ امت مسلمہ کا جس پر نقلاً اتفاق اور عملاً توارث قائم ہے وہ اس تقسیم کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ صرف الجزء الرابع عشر کی ابتداء پر صاحب مضمون کی گرفت صحیح ہے اور سورۂ حجر سے ابتداء تمام اہل فن کے بیان کردہ اجزاء واحزاب جو تابعین سے منقول ہے اسکے مطابق ہے اسلئے وہ تو قابل تسلیم ہے بقیہ متفرق تیرہ پاروں کی ابتداء جس طرح تجویز کی گئی ہے وہ بعض پاروں میں ائمہ قرأت کے قلیل اختلاف کے باوجود جمیع اصحاب فن اور علمائے امت کے نزدیک معہود ومنقول ابتداء کے خلاف ہے ملاحظہ فرمایئے۔

﴿تحقیقی جائزہ﴾

(۱) سورہ نساء آیت ۲۳/ کلمہ (**غفوراَ رحیما**) پر حزب ۸/ ورد نمبر ۴۸/ اور الجزء ۴/ پورا ہوتا ہے اور (**و المحصنت**) آیت ۲۴/ سے حزب ۹/ اور الجزء الخامس بالاتفاق شروع ہوتا ہے۔ **منتھی الحزب الثامن باجماع** (غیث النفع، جمال القراء/۱۴۲) **الجزء الرابع فی سورۃ النساء رأس ثلث و عزرین منھا** (فنون/ ۲۶۹) اوقاف سجاوندی کا قرآنی نسخہ ۱۰۳۵ھ اور ۱۰۸۹ھ کا لکھا ہوا ہے ان دونوں میں بھی الجزء [والمحصنت] ہی سے ہے۔ جبکہ جدید مصحف میں الجزء الخامس کی ابتداء اجماع و توارث کے خلاف (**حرمت علیکم امھاتکم**) آیت ۲۳/ سے کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

(۲) سورہ نساء آیت ۱۴۷/ کلمہ (**شاکراَ علیماَ**) پر حزب ۱۰/ ورد ۶۰/ الجزء/ ۵ پورا

ہوتا ہے اور (لا یحب الله الجهر) آیت ۱۴۸/ سے حزب ۱۱/ اور الجزء السادس باتفاق علمائے امت شروع ہوتا ہے و منتهى الحزب العاشر و سدس القرآن باتفاق (غیث ۱۹۶، جمال القراء ۱۴۳، ۹۱)الخامس رأس مائة و سبع و اربعين منها (فنون/ ۲۶۹) مخطوطہ ۱۰۳۵ھ اور ۱۰۸۹ھ میں بھی یہی ہے جبکہ نئے مصحف میں آیت ۱۵۳/ (یسئلک اهل الكتٰب) سے الجزء السادس کی ابتداء مقرر کی گئی ہے جو کہ اجماع وتوارث امت کے خلاف ہے۔

(۳) سورہ مائدہ آیت ۸۱/ کلمہ (فاسقون) پر حزب ۱۲/ ورد ۲/۷ پورا ہوتا ہے و منتهى الحزب الثانی عشر بلا خلاف (غیث ۲۰۴) اور حزب ۱۳/ اور ورد ۳/۷ اور الجزء السابع (لتجدن اشد الناس) آیت ۸۲/ سے شروع ہوتا ہے سعودی مصحف میں اسی طرح ہے، دوسرا قول ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: الجزء السادس فی المائدة رأس اثنين و ثمانين منها (لایستکبرون) یعنی آیت ۸۲/ پر جزء سادس پورا ہوتا ہے یعنی (واذا سمعوا) آیت/۸۳ سے الجزء السابع کی ابتداء ہے (فنون ۲۶۹) اور اسی کو صاحب نثر المرجان نے وهوالاکثر لکھا ہے (نثر ۲/۹۰، جمال القراء ۱۴۳) چنانچہ ۱۰۳۵ مخطوطہ میں بھی یہی ہے اور یہی مشہور اور برصغیر کے مصاحف میں متداول ہے۔ اس اعتبار سے ساتویں پارہ کی ابتداء میں سعودی مصحف سے صرف ایک آیت کا فرق ہے اور یہ دونوں ہی نقل کے مطابق ہیں۔ اسکے برخلاف جدید مصحف میں الجزء السابع (یا ایها الذین اٰمنوا) آیت ۸۷/ سے شروع کیا گیا ہے یعنی حزب اور ورد کے لحاظ سے پانچ آیت اور دوسرے قول کے لحاظ سے چار آیت کا فرق ہے جو کسی طرح نقل کے موافق نہیں ہے۔

(۴) سورہ انعام آیت ۱۱۰/کلمہ (**یعمهون**) پرحزب۱۴/اور ورد۸۴/ پورا ہوتا ہے **ومنتهی الحزب الرابع عشر من غیر خلاف** (غیث۲۱۴، جمال۱۴۳) **السابع فی الانعام رأس مائة وعشر منها** (فنون/۲۷۰) اورحزب۱۵/ ورد۸۵/ اورالجزء الثامن کی ابتداء (**ولو اننا نزلنا**) آیت ۱۱۱/ سے ہے اور یہی مخطوطہ ۳۵۰ھ میں بھی ہے پس یہ متفق علیہ ہے لیکن جدید مصحف میں الجزء۸/ کی ابتداء (**ولا تسبوا الذین**) آیت ۱۰۸/ سے کی گئی ہے لہذا جمہور امت سے تین آیات میں خلاف ہو رہا ہے۔

(۵) سورہ اعراف آیت ۸۷/کلمہ (**خیرا لحاکمین**) پرحزب۱۶/ ورد۹۶/ اور جزء ثامن ختم ہوتا ہے **ومنتهی الحزب السادس عشر باجماع** (غیث۲۲۶، جمال ۱۴۴) **الثامن رأس سبع و ثمانین من الانعام** (فنون/۲۷۰) اور (**قال الملاالذین**) آیت ۸۸/ سے حزب ۱۷/ ورد۹۷/ اور الجزء التاسع کی ابتداء ہے اور یہی مخطوطہ میں بھی ہے پس یہ بھی متفق علیہ ہے اسکے برخلاف جدید مصحف میں الجزء التاسع کی ابتداء (**وما ارسلنا**) آیت ۹۴/ سے طے کی گئی ہے یعنی ۵/ آیت میں توارث امت کی مخالفت پائی جارہی ہے۔

(۶) سورہ توبہ آیت ۹۲/کلمہ (**ما ینفقون**) پرحزب۲۰/ ورد۱۲۰/ اورالجزء العاشر پورا ہوتا ہے **ومنتهی الحزب العشرین وثلث القرآن بلا خلاف** (غیث ۲۳۸، جمال اور (**انما السبیل علی الذین**) آیت ۹۳/ سے حزب ۲۱/ اور الجزء الحادی عشر کی ابتداء ہے اور یہی عربی سعودی مصحف میں ہے، البتہ ایک قول یہ ہے کہ کلمہ (**لا یعلمون**) آیت ۹۳/ پر جزء عاشر پورا ہوتا ہے اور (**یعتذرون الیکم**) آیت/۹۴ سے جزء حادی عشر

کی ابتداء ہے۔ مجمع البیان لعلوم القرآن مخطوطہ ۱۱۱۱ھ میں الجزء الحادی عشر (یعتذرون) سے لکھا ہے اور کتاب الوقف والابتداء مخطوطہ ۱۱۰۹ھ میں بھی پہلے قول کے بعد خلاصۃ الوقف کے حوالے سے وقیل یعتذرون لکھا ہے۔ اسکے بجائے جدید مصحف میں جزء حادی عشر کی ابتداء آیت ۹۰/کلمہ (وجاء المعذرون) سے کی گئی ہے یعنی ورد اور حزب کے لحاظ سے تین آیت مقدم اور مشہور قول کے اعتبار سے چار آیت مقدم ہے جو بہر حال منقول کے خلاف ہے۔

(۷) سورہ ھود آیت ۵/کلمہ (بذات الصدور) پر حزب ۲۲/ ورد ۱۳۲/ اور جزء گیارہ پورا ہوتا ہے **ومنتهى الحزب الثانى والعشرين عند جماعة وعند بعضهم "الصدور"** (غیث ۲۴۷) **الحادى عشر فى هود رأس خمس منها** (فنون/۲۷۰) اور حزب ۲۳/ اور الجزء ثانی عشر (**وما من دابة**) آیت ۶/ سے شروع ہوتا ہے اور یہی مخطوطہ ۱۰۳۵ھ میں موجود ہے علامہ دانی لکھتے ہیں کہ سورہ یونس کے ختم پر حزب ۲۲/ کے اختتام پر کسی نے موافقت نہیں کی ہے۔ دوسرا قول سورہ ھود کی پانچ آیتیں یعنی (**عليم بذات الصدور**) پر ہے **وبهذا القول قال قوم** (جمال القراء ۱۴۴) یعنی اہل فن اسی کے قائل ہے اور یہی متداول ومتوارث ہے مگر جدید مصحف میں الجزء ثانی عشر کی ابتداء سورہ ھود (**الر كتٰب احكمت**) سے تجویز کی گئی ہے یعنی پانچ آیت میں توراث امت کے خلاف ہوا ہے۔

(۸) سورہ یوسف آیت ۵۲/کلمہ (**كيد الخائنين**) پر حزب ۲۴/ ورد ۱۴۴/ جزء ۱۲/ پورا ہوتا ہے **ومنتهى الحزب الرابع و العشرين باتفاق** (غیث ۲۵۸) **باتفاق**

وهو الخمس الثانی فی قول الجمیع (جمال۱۴۴) **والعُشُر الرابع والجزء الثانی عشر فی یوسف رأس اثنین و خمسین منها** (فنون) اورحزب۲۵/ اور جزءثالث عشر (**وما ابری نفسی**) آیت۵۳/ سے بالاتفاق شروع ہوتا ہے اور مخطوطہ میں بھی یہیں الجزء۱۳/ لکھا ہے، اسکے بالمقابل جدید مصحف میں الجزء الثالث عشر کی ابتداء (**وجــــاء اخــوة یوسف**) آیت۵۸/ سے طے کی گئی ہے یہاں بھی پانچ آیت میں اجماع کے خلاف ہورہا ہے۔

(۹) سورہ ابراہیم آخری آیت۵۲/ کلمہ (**اولوا الالباب**) پرحزب۲۶/ ورد۱۵۶/ الجزء۱۳ پورا ہوتا ہے **ومنتهی الحزب السادس والعشرین اجماعاً** (غیث۲۶۶) **آخر ابراهیم باتفاق** (جمال القراء) **والثالث عشر خاتمة سورہ ابراهیم** (فنون) اور سورہ حجر کی پہلی آیت (**الر تلک آیت الکتٰب**) سے حزب۲۷/ ورد۱۵۷/ اور الجزء الرابع عشر کی ابتداء ہے اور یہی مخطوطہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے **هکذا فی مصحف الجزری وفی مصحف آخر صحیح** مضمون ''ترتیب وتدوین قرآنی'' میں ۱۴/ واں پارہ کی (**ربما یود الذین**) سے ابتداء پر جوگرفت ہے وہ بالکل بجا ہے، اور (**الر تلک آیت الکتٰب**) سے صاحب مضمون نے الجزء الرابع عشر کی ابتداء مقرر فرمائی ہے بالکل برمحل ہے قابل تسلیم اور لائق تقلید ہے۔ کیونکہ تقسیمات نظم قرآن پر متقدمین اور متأخرین کی تصریحات کے عین مطابق ہے اسکی مزید تفصیل اور دلائل آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ ربما سے ابتداء کی شہرت محض حافظی مصحف کی کتابت اور (**ربما**) والی آیت کا شروع صفحہ میں آجانے سے ہوئی ہے۔

(۱۰) سورہ کہف آیت ۷۴/ کلمہ (شیئاً نکراً) پر حزب ۳۰/ ورد ۱۸۰/ جزء ۱۵/ پورا ہوتا ہے یہ آیت احزاب واوراد کے اعتبار سے بالاتفاق نصف قرآن ہے ومنتهى الحزب الثلاثين باجماع وهو نصف القران باعتبار الاحزاب والانصاف والارباع والاثمان (غیث ۲۸۱) وموضع النصف في قول الجميع (جمال ۱۴۵) السدس الثالث في الكهف عند قوله "نكرا" (فنون) الربع الرابع والعشر الخامس (فنون) الجزء الخامس عشر في الكهف (شيئاً نكرا) (فنون) اور حزب ۳۱/ اور الجزء السادس عشر (قال الم اقل لک) آیت ۷۵/ سے شروع ہوتا ہے اور یہی مخطوطہ ۱۴۳۵ھ میں ہے اسکے برخلاف جدید مصحف میں الجزء ۱٦/ کی ابتداء آیت ۸۳/ (ويسئلونک عن ذي القرنين) سے مقرر کی گئی ہے یعنی اجماع امت کے خلاف آٹھ آیت بعد سے ابتداء کہلائے گی۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہے (۱۱) سورہ نمل آیت ۵۵/ کلمہ (تجهلون) پر حزب ۳۸/ ورد ۲۲۸/ پورا ہوتا ہے وختام الحزب الثامن و الثلاثين باجماع (غیث ۳۲۴) اس اعتبار سے الجزء ۱۹/ بھی یہیں پورا ہوگا اور (فما كان جواب قومه) آیت ۵٦/ سے الجزء ۲۰/ کی ابتداء ہے چنانچہ مخطوطہ ۱۰۳۵ھ میں بھی (تجهلون) پر الجزء لکھا ہے اور سعودی مصحف میں بھی یہیں پر ہے۔ صاحب نثر المرجان لکھتے ہیں هذا هو الاكثر الاوثق وقيل عند قوله (امن خلق السمٰوات) ،وهو المشهور في ديارنا (۵/۱۱۸) یعنی تجهلون کے بعد سے جزء ۲۰/ کا شروع ہونا ارجح ہے۔ البتہ

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: الجزء التاسع عشر في النمل رأس خمس و

خمسین (تجهلون)و قیل تسع و خمسین (یشرکون) چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء العشرون کی ابتداء(امن خلق السموٰت) آیت۶۰/ سے ہے جیسا کہ ابن جوزی اور صاحب نشر نے دوسرا قول نقل کیا ہے، یعنی اگلی آیت ۵۹/ کا ماقبل سے ایک لطیف خاص ربط بھی ہے جسکی وجہ سے کلمہ یشرکون پر جزء/ ۱۹ کا اختتام منقول ہے اسکے برخلاف جدید مصحف میں الجزء/ ۲۰ کی ابتداء(قل الحمد لله) آیت۵۹/ سے تجویز کی گئی ہے جو اگر چہ معنی کے لحاظ سے مناسب ہے مگر حزب منقول اور قول مشہور دونوں کے خلاف ہے۔

(۱۲) سورہ احزاب آیت۳۰/ کلمہ(یسیرا) پر حزب۴۲/ ورد۲۵۲/ اور الجزء ۲۱/ پورا ہوتا ہے و منتهى الحزب الثانی و الاربعین باجماع (غیث ۳۲۴، جمال ۱۴۷) الحادی والعشرون فی الاحزاب رأس ثلاثین (فنون/ ۲۷۱) العشر السابع (فنون) اور (ومن یقنت) آیت۳۱/ سے حزب۴۳/ اور الجزء۲۲/ کی بالاتفاق ابتداء ہے اور مخطوطہ ۱۴۳۵ھ میں بھی یہی ہے اسکے برخلاف جدید مصحف میں تین آیت قبل (یایها النبی)۲۸/ سے الجزء ۲۲/ کی ابتداء متعین کی گئی ہے جو توارث کے خلاف ہے۔

(۱۳) سورہ یسین آیت ۲۷/ کلمہ(من المکرمین) پر حزب۴۴/ ورد۲۶۴/ اور الجزء۲۲/ ختم ہوتا ہے و منتهى الحزب الرابع و الاربعین بلاخلاف (غیث ۳۳۲، جمال القراء ۱۴۷) اور حزب۴۵/ اور الجزء۲۳/ کی ابتداء (وما انزلنا علی قومه) آیت۲۸/ سے ہے جیسا کہ سعودی مصاحف میں ہے، صاحب نشر لکھتے ہیں :وهٰهنا الجزء فی مصحف الجزری وغیره من المصاحف الصحیحة (نشر/۵/ ۵۶۴)

دوسرا قول یہ ہے **وقال غیر ابی عمرو عند (یلیت قومی یعلمون)** (جمال ۱۴۷)
یعنی ابوعمرو دانی کے علاوہ بعض کہتے ہیں کہ حزب ۴۴/ کی انتہاء **(قال یلیت قومی یعلمون)** والی آیت ۲۶/ پر ہے یعنی ۲۳/ کی ابتداء آیت ۲۷/ سے ہے ابن جوزی فنون میں لکھتے ہیں: **الجزء الثانی و العشرون فی یٰسین رأس احدی وعشرین (مهتدون)** (فنون ۲۷۱) چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء/۲۳ کی ابتداء **(وما لی لا اعبد)** آیت ۲۲/ سے متعین ہے۔ گویا ۲۳/ واں جزء کی ابتداء میں تین اقوال ہو گئے۔ ۳۵۰ھ مخطوطہ میں پہلے قول کے مطابق **(المکرمین)** کے بعد ہی الجزء ۲۳/ لکھا ہے ان تینوں اقوال کے برخلاف جدید مصحف میں جزء ۲۳/ کی ابتداء **(واضرب لهم مثلاً)** آیت ۱۳/ یعنی نو آیات قبل سے اور حزب ماثور سے ۱۵/ آیت قبل سے تجویز کی گئی ہے جو یقیناً توارث امت کے خلاف ہے۔

(۱۴) سورۂ ذٰریات آیت ۳۰/ کلمہ **(الحکیم العلیم)** پر حزب ۵۲/ ورد ۳۱۲/ اور جزء ۲۶/ پر پورا ہوتا ہے **ومنتهی الحزب الثانی الخمسین باجماع** (غیث ۳۵۸، جمال ۱۴۸) **الجزء السادس والعشرون رأس ثلاثین** (فنون/۲۷۲) اور **(قال فما خطبکم)** آیت ۳۱/ سے حزب ۵۳/ اور الجزء ۲۷/ بالاتفاق شروع ہوتا ہے اور یہی ۳۵۰ھ مخطوطہ میں لکھا ہوا ہے اسکے برخلاف جدید مصحف میں سات آیات پہلے یعنی **(هل اتیک حدیث ضیف)** والی آیت ۲۴/ سے الجزء ۲۷/ کی ابتداء تجویز کی گئی ہے جو ماثور و منقول کے بالکل خلاف ہے۔

﴿اجزاء کی ابتداء میں سعودی عربی نسخہ سے اختلاف﴾

سعودی مصحف کا ہندوپاک کے مصاحف سے صرف چھ پاروں ۴/ ۷/ ۱۱/ ۲۰/ ۲۱/ ۲۳ کی ابتداء میں قلیل اختلاف ہے۔

(۱) سورہ آل عمران آیت ۹۲/ کلمہ (**به علیم**) پر چھٹا حزب یعنی تیسرا جزء پورا ہوتا ہے اور (**کل الطعام کان حلاً**) آیت ۹۳/ سے حزب ۷/ شروع ہوتا ہے گویا برصغیر کے مصاحف سے صرف ایک آیت بعد سے الجزء الرابع کی ابتداء ہے۔ **قال ابو عمرو الدانی: والسادس ومالھم من نٰصرین** آیت/ ۹۱۔ یعنی ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ حزب سادس (**وما لھم من نٰصرین**) پر ختم ہوتا ہے اس لحاظ سے حزب سابع یعنی جزء رابع کی ابتداء (**لن تنا لوا البر**) سے ہے اور مخطوطات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے مثلاً وقوف سجاوندی مخطوطہ ۱۲۵۳ھ میں ناصرین پر [ع] کی علامت ہے آگے الجزء ۴/ لکھا ہے جیسا کہ برصغیر کے مصاحف میں معہود ہے۔

(۲) الجزء السابع کی ابتداء مصاحف برصغیر کے مقابلہ میں صرف ایک آیت پہلے (**لتجدن**) سے ہے۔ دوسرا قول ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: **الجزء السادس فی المائدة رأس اثنین و ثمانین منھا (لایستکبرون)** یعنی آیت ۸۲/ پر جزء سادس پر پورا ہوتا ہے یعنی (**واذاسمعوا**) آیت/ ۸۳ سے الجزء السابع کی ابتداء ہے (فنون)۔

(۳) الجزء حادی عشر کی ابتداء بھی فقط ایک آیت پہلے (**انماالسبیل علی الذین**) سے ہے۔، البتہ ایک قول یہ ہے کہ کلمہ (**لا یعلمون**) آیت ۹۳/ پر جزء عاشر پورا ہوتا ہے اور

(**یعتذرون الیکم**) آیت/۹۴ سے جزء حادی عشر کی ابتداء ہے چنانچہ مجمع البیان لعلوم القرآن مخطوطہ ۱۱۱۱ھ میں الجزء الحادی عشر (**یعتذرون**) سے لکھا ہے اور کتاب الوقف و الابتداء مخطوطہ ۱۰۹ھ میں بھی پہلے قول کے بعد خلاصۃ الوقف کے حوالے سے وقیل **یعتذرون** لکھا ہے نیز نسخۂ سجاوندی مخطوطہ ۱۰۳۵ھ میں پہلے قول کی صراحت کے بعد کلمہ (**یعتذرون الیکم**) کو سرخ روشنائی سے نمایاں کر کے دوسرے قول کی وضاحت کر دی ہے۔ مصحف مخطوطہ ۹۱۰ھ بعہد سلطان بابر، مصحف مخطوطہ ۱۰۱۲ھ بعد جہانگیر، مصحف مخطوطہ ۱۰۷۴ھ بعہد شاہجہاں، ان سب میں یعتذرون سے گیارواں پارہ کی ابتداء ہے۔

(۴) الجزء العشر ون کی ابتداء مصاحف ہندیہ کے مقابلہ میں چار آیت پہلے (**فما کان جواب قومه**) سے ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: **الجزء التاسع عشر فی النمل رأس خمس و خمسین (تجهلون) وقیل تسع و خمسین (یشرکون)** سورہ نمل کی آیت/۵۵ پر جزء ۱۹/ پورا ہوتا ہے اور دوسرے قول میں آیت ۵۹/کلمہ یشرکون پر پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء العشر ون کی ابتداء (**امن خلق السموٰت**) آیت ۶۰/ سے ہے۔ جیسا کہ صاحب نثر نے بھی دوسرا قول نقل کیا ہے۔ مصحف مخطوطہ ۱۰۱۲ھ میں بھی (**امن خلق**) کے سامنے الجزء العشر ون لکھا ہے۔

(۵) سورۂ عنکبوت آیت ۴۵/کلمہ (**ما تصنعون**) پر ۴۰/ واں حزب یعنی ۲۰/ واں جزء پورا ہوتا ہے اور حزب/۴۱ کی ابتداء (**ولا تجادلوا اهل الکتٰب**) آیت/۴۷ سے ہے اس لحاظ سے صرف ایک آیت بعد سے جزء ۲۱/ کی ابتداء ہے۔ البتہ ''کتاب الوقف والابتداء'' مکتوبہ ۱۰۹ھ میں **للمؤمنین** پر [ع] کی علامت ہے آگے الجزء الحادی والعشر ون

لکھا ہے،اسی طرح مخطوطہ ۱۲۵۳ھ میں الجزء ۲۱/لکھا ہے۔نیز مصحف مخطوطہ ۱۰۸۶ھ میں (اتل ما اوحی)پرالجزءالحادی والعشر ون اورثلث القرآن باعتبارالجزءلکھا ہے،اسی طرح مصحف مخطوطہ ۱۰۱۲ھ میں الجزء ۲۱/کی ابتداء (اتل مااحی) سے ہے۔

(۲) سورہ یٰسین آیت ۲۷/(من المکرمین)پر ۲۲/ جزءختم ہوتا ہے یعنی برصغیر کے مصاحف سے چھ آیات بعد سے جزء/۲۳ کی ابتداء ہے۔ابن جوزی فنون میں لکھتے ہیں: الجزء الثانی و العشرون فی یٰسین رأس احدی وعشرین (مھتدون)(فنون ۲۷۱) چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء/۲۳ کی ابتداء(ومـا لـی لا اعبد) آیت ۲۲/ سے متعین ہے۔مصحف مخطوطہ ۱۰۹۱ھ میں ۲۳/کی ابتداء یہیں سے ہے نیز وقوف سجاوندی مخطوطہ ۱۲۵۳ھ میں کلمہ (مھتدون) کے بعد الجزء ۲۳/لکھا ہے۔

مگر چونکہ یہ فرق اصحاب فن کے نقل کے مطابق ہے اسلئے قابل اعتراض نہیں ہے۔ اس قلیل اختلاف کو چھوڑ کر بقیہ تمام اجزاء کی ابتداء متفق علیہ ہے۔اس سے یہ بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ برصغیر کے مصاحف میں پاروں کی ابتداء۱۴/ واں پارہ کے سوا سب نقل کے مطابق ہیں۔

﴿تعداد آیات کا شرعی اعتبار﴾

ابتداء میں گذر چکا ہے کہ اجزائے ثلثین کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مشہور حدیث اورایک جماعت صحابہ کا اس پرعمل ہے مزید برآں اس تقسیم پر تابعین، تبع تابعین کا معمول رہا ہے اور خیر القرون کے بعد علمائے امت اس پر متفق رہے ہیں تو پھر جس کام کو

صحابہ نے کیا ہے اور جسکی دلیل احادیث میں موجود ہے اسکی مشروعیت میں کیا شبہ ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں: **كان يقرأ في صلوة الفجر من المائة الى الستين**۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: **كان يقرأ في صلوة الظهر في الركعتين الاوليين في كل ركعة قدر ثلثين آية وفي الاخريين قدر خمس عشرة آية وفي العصر في الركعتين الاوليين في كل ركعة قدر خمس عشرة آية وفي الاخريين قدر نصف ذلك** (مسلم شریف) دیکھئے نبی کریم ﷺ کا تعداد آیات کے اعتبار سے نماز میں قرأت کرنا مثلاً فجر کی نماز میں ٦٠/ آیت سے ١٠٠/ آیات تک اور ظہر کی اولیین میں سے ہر ایک میں ٣٠/ آیات کے بقدر اور عصر کی اولیین میں سے ہر ایک میں ١٥/ آیات کے بقدر قرأت کرنا ثابت ہے۔ نوافل میں تعداد آیات کی رعایت پر متعدد احادیث مثلاً عن **عائشہؓ قالت كا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ وهو قاعد فاذاارادان يركع قام قدر ما يقرأ انسان اربعين آية** (مسلم شریف ١/٢٥٢) اور صحابہ کرامؓ بھی نماز اور خارج نماز عدد آیات کے اعتبار سے قرأت کرتے تھے اگر چہ ان حضرات کو معانی کا استحضار ہوتا تھا مگر معانی کی رعایت سے مربوط آیات کا پورا کرنا شرعاً نماز میں ضروری نہ تھا اور نہ ہی خارج نماز میں اپنے ورد وحزب پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کیونکہ تلاوت پر اجر وثواب معانی کی رعایت کے ساتھ مقید نہیں ہے اگر معانی کی رعایت سے مضمون کا پورا کرنا شرعاً ضروری ہوتا تو پھر (١) نماز میں فرض مقدار کی قرأت مطلق ایک بڑی یا تین چھوٹی آیت نہ ہوتی حالانکہ صحت صلاۃ کا مدار مقدار آیات پر ہے (٢) مطلق ایک، دو یا تین آیات وغیرہ کے پڑھنے پر احادیث میں فضائل وترغیب اور

سیکھنے وسکھانے کی اہمیت نہ ہوتی (۳) دس، بیس یا ۵۰/۱۰۰/ یا اس سے زائد آیات کی تلاوت پر جو فضیلت وانعام کا ذکر احادیث میں صراحۃً موجود ہے اسے محض مقدار کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا (۴) یا بشارت وحفاظت کی پیشینگوئی کو مقدار آیات کے ساتھ مقید نہ کیا جاتا مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا یہ پیشین گوئی محض دس آیات کے پڑھنے پر ہے حالانکہ مابعد سے ربط ہونے کی وجہ سے مضمون ناقص ہے (۵) صحابہ کرام پانچ پانچ، دس دس آیات کر کے سیکھتے اور جب اسکے مالہ وماعلیہ سے واقف ہوجاتے تو اگلی دس آیات سیکھتے تھے ظاہر ہے اس طرز تعلیم میں ہر دس پر مضمون یا قصہ پورا نہیں ہوتا تھا بلکہ اس طرح کے اوقاف سے فصل اجنبی بھی بکثرت پایا جاتا ہے لیکن کسی کو مجال نہیں کہ صحابہ کے اس عمل کو نامعقول قرار دے (۶) حضور ﷺ نے ابن مسعودؓ سے قرآن سننے کی درخواست کی جب ابن مسعودؓ (**وجئنابک علی هؤلاء شهيدا**) پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''**حسبک**''بس کرو اس حدیث سے ائمۂ وقف نے وقف کافی کو ثابت کیا ہے حالانکہ مضمون اسکے بعد والی آیت پر پورا ہوتا ہے (۷) اور ایسے مقامات بکثرت ہیں جن میں رأس الآیت صفات یا معطوفات یا مفاعل اور متعلقات کے درمیان واقع ہے اور رأس آیت پر وقف کرنا کسی امام کے نزدیک بھی قبیح نہیں ہے۔ اور سورہ کو آیات میں تقسیم کرنا حکمت الٰہی ہے اور مقدار آیات کا اعتبار شارع علیہ السلام سے ثابت ہے تو پھر یہ اجزاء کی تقسیم جو رؤوس آیات پر منتہی ہوتی ہے بے بنیاد ہرگز نہیں ہے۔ پس مضمون کا یہ جملہ کہ ''**تیس پاروں میں قرآن کی تقسیم کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے، قرآن جیسی کتاب میں اس بے بنیاد ترتیب کا اس درجہ**

رواج تعجب انگیز ہے اور لائق تنقید بھی' قطعاً غلط ہے۔ اور صاحب مضمون جیسے مؤرخ و مفسر سے ایسی بے دلیل باتیں حیرت انگیز ہے اور قابل تردید بھی۔

﴿جملہ کے درجات اور ربط آیات کی شان﴾

(الف) مضمون میں پاروں کی تقسیم کو غلط قرار دیتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ ''**متعدد مقامات پر معنی اور مضمون پر بڑا ظلم ہوا ہے اور بعض جگہ تو جملہ ہی ناقص رہ جاتا ہے، مضمون کی کمر توڑ دی جاتی ہے، عبارت کے الفاظ کٹ جاتے ہیں، ابتداء بے معنی ہو جاتی ہے جیسے والمحصنٰت سے ابتداء کسی طرح درست نہیں ہے**'' یعنی کلام بے ربط ہو جاتا ہے تو ذرا جملہ کے درجات اور ربط آیات پر بھی ایک نظر ڈالی جائے (۱) عربیت کے اعتبار سے یہ بات اصولی طور پر اہل علم کو معلوم ہے کہ کلام یعنی جملہ کے تام و مفید ہونے کے لئے دو جزء مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضروری ہے خواہ دونوں لفظوں میں ہوں یا ایک محذوف و مقدر ہو اسکے علاوہ کلام کے دونوں جزوں (مسند مسند الیہ) میں سے جس سے بھی کسی مفعول یا مجرور کا ربط و تعلق ہو اس سے معانی میں اضافہ تو ہوگا مگر جملہ کی تمامیت اسپر موقوف نہیں ہے ، چنانچہ علامہ دانی کے بقول قرآن پاک کی تمام آیات میں سے (ایک قول میں بعض حروف مقطعات کو چھوڑ کر) صرف ایک آیت [مدھامتان] جزء جملہ ہے باقی کوئی بھی آیت جملہ سے کم نہیں ہے (برہان ۱/۳۳۸) اور ہر جملہ مستقل ہوتا ہے اور ہر آیت قرآن عظیم ہے ۔اور نظم قرآن کا آیات میں تقسیم کرنا شان الٰہی ہے۔

(۲) عرف اور آپس کی گفتگو کے اعتبار سے کلام پورا ہونے کے لئے مسند الیہ اور

مسند کے مناسب مفاعل ومتعلقات کو بقدر تقاضا ضروری خیال کیا جاتا ہے اس لحاظ سے مفعول ومتعلق کے بغیر کلام ناقص معلوم ہوتا ہے مزید کی طلب کی وجہ سے بات واضح نہیں ہو پاتی ہے اگر چہ کلام فی نفسہ اپنے ارکان اصلیہ کے پائے جانے سے تام اور مفید ہوتا ہے۔

(۳) قصص و حکایات بھی کلام کہلاتے ہیں اور یہ عام طور سے کثیر جملوں اور مرکبات پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب تک قصہ تمام نہ ہو کلام ناقص معلوم ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جملہ اور کلام کا ادنی درجہ فقط مسند اور مسند الیہ پر پورا ہو جاتا ہے اور اس سے فوق اوسط درجہ کے لئے ارکان جملہ کے متعلقات کا ہونا یہ عرف اور عادۃ کے اعتبار سے ضروری سمجھا جاتا ہے اور قصہ اور حکایت کا پورا کرنا تو کہیں بھی ضروری نہیں ہے۔

(ب) اور آیات کے درمیان لفظاً ومعناً ربط کا ہونا اہل علم کے درمیان مسلم حقیقت ہے البتہ بعض جگہ آیات میں شعراء کے قصائد اور ادباء کے خطاب کی طرح ظاہری ربط وترتیب نظر نہیں آتی مگر مفسرین نے ایسے مقام پر بھی لطیف وعمیق ربط کا ذکر فرمایا ہے، یہاں تک کہ سورہ کے اول کو اسکے اخیر سے اور آخر سورہ کو دوسری سورہ کی ابتداء سے نیز فاتحۃ الکتاب کو آخر قرآن سے اس قدر لطیف ومحکم ربط بیان کیا ہے کہ پورا قرآن پاک گویا طویل کلام کا ایک مربوط سلسلہ ہے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں............ **القرآن معجز وھو کالقطعۃ الواحدۃ فکلہ قرآن وبعضہ قرآن وکلہ تام حسن وبعضہ تام** (برہان للزرکشی ۱/۴۳۲) ملاحظہ ہو مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تفسیر فتح العزیز اور حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن''۔ پھر یہ کہ ربط آیات کا مدار مفسر ومتکلم کے اعتبار پر ہے اور اعتبارات میں تزاحم نہیں ہوتا ہے ہر

مفسر اپنی صلاحیت کے مطابق مختلف اعتبارات سے کلام کرتا ہے۔پس جن آیات پر اجزاء کا اختتام ہے اور قاری نے وہیں قرأت ختم کردی تو ممکن ہے صاحب مضمون کے نزدیک اسکے مابعد کا ماقبل سے ظاہراً ربط ہو اسلئے وقف نہ کرنا چاہئے لیکن ائمۂ وقف نے دوسرے امور کے لحاظ سے وقف کافی یا تام ہونے کی صراحت فرمائی ہے لہذا جزء کا خاتمہ برمحل ہے۔اور وقف یا قطع قرأت بالکل صحیح ہے نہ جملہ ناقص رہتا ہے اور نہ مضمون پر کوئی ستم ہوتا ہے کلام اللہ کو کلام الناس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور سب سے بڑی بات اس سلسلہ میں اعتماد علی السلف ہے اور وہ صحابہ وتابعین ہیں لہذا یہ اتباع ہدی ہے کورانہ تقلید نہیں ہے۔اور تقلید حق کا مزاج امت میں پختہ نہ ہوتا تو امت کب سے ضلالت کی راہ پڑ جاتی۔

﴿مقدار قرأت اور صحت نماز﴾

مذکورہ بالا کلام کے درجات اور ربط آیات کے باوجود فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رکن قرأت کی مقدار صرف ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں ہیں اور واجب قرأت میں سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورہ کی مقدار بھی کم از کم تین چھوٹی آیات ہیں جیسے سورہ کوثر یہ واجب چھوٹی سورہ کے پڑھنے سے اداء ہوجاتا ہے اور بجائے سورہ کے کہیں سے بھی کم از کم تین آیتیں پڑھی جائیں تو بھی واجب اداء ہوجاتا ہے۔فرض اور واجب کی ادائیگی میں ان آیات کا اپنے مضمون کے اعتبار سے تام ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ جس آیت پر وقف کیا ہے اسکا مابعد سے مربوط ہونا نماز میں مخل یا مفسد ہے، اگرچہ ائمۂ وقف نے مضمون کے لحاظ سے اس آیت پر وقف نہ کرنے کی صراحت کی ہو۔پس رکن قرأت کی ادائیگی کا مدار مقدار

آیت پر ہے نہ کہ مضمون پورا ہونے پر یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص مضمون آیات کو عربی کلام میں پورا کرے لیکن آیات کی قرآت نہ کرے تو نماز نہیں ہوگی ۔اور تین آیات کے بقدر قرأت کر لی تو رکن یا واجب اداء ہو جائیگا اور نماز جب مضمون جملہ کی تمامیت پر موقوف نہیں ہے تو پھر قصہ اور حکایت کی تکمیل پر کب موقوف ہو سکتی ہے۔

نیز پہلی رکعت میں قرأت کے بعد دیگر ارکان نماز کی ادائیگی دوسری رکعت کی قرأت کے لئے فصل اجنبی نہیں ہے کیونکہ دونوں رکعت کی قرأت ایک مسلسل قرأت کے حکم میں ہے یہی وجہ ہے کہ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے تعوذ مشروع نہیں ہے تو پھر خاتمہ جزء کو اول رکعت میں پڑھا جائے اور دوسری رکعت میں اسکے مابعد سے شروع کیا جائے تو یہ نہ بے موقع وقف ہے اور نہ ہی فصل اجنبی لازم آ رہا ہے۔کلام اللہ کو اور حالت نماز کو اپنی زبان اور اپنی عام حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ہاں اگر قرأت میں ایسا تغیر ہو جائے جس سے معنی ایمان سے کفر میں بدلجائے یا اسکے برعکس یا عقائد صحیحہ حقہ کے بالکل خلاف ہو جائے تو البتہ اس سے نماز فاسد ہوگی خواہ درمیان آیت میں یہ صورت پیدا ہو دیکھئے، باب زلۃ القاری۔

﴿اجزاء کی تقسیم معانی پر ظلم نہیں ہے﴾

جب نماز میں فرض یا واجب قرأت کی مقدار میں ٹھہرنا اور دوسری رکعت میں مابعد سے شروع کرنا موجب فساد نہیں ہے تو خارج صلاۃ کسی جزء کے اختتام پر قرأت ختم کی جائے تو اسمیں قباحت کہاں سے آئے گی جبکہ اسکا مقطع ہونا اصطلاحاً اور نقلاً ثابت ہے

علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں **فالتام هو الذی لا یتعلق بشئی مما بعده فیحسن الوقف علیه والابتداء بما بعده واکثر مایوجد عند رؤو س الآی......وآخر کل قصةوما قبل اولها و آخر کل سورة تام،والاحزاب والانصاف والاربا ع والاثمان والاسباع والاتساع و الاعشار والاخماس...... تام** (برہان ۱/۴۲۸)نظم قرآن کے اجزاء واحزاب وغیرہ کی تقسیمات میں یعنی ہر جزء وحصہ کا خاتمہ جس آیت پر منقول ہے ائمۂ وقف فرماتے ہیں کہ وہاں وقف تام ہے۔

(الف) شیبہ بن نصاح، یحیٰ ثعلب، ابن الانباری اور ابوعمرو دانیؒ سے لیکر محمد بن عبدالکریم اشمونی تک سینکڑوں ائمۂ فن نے وقف وابتداء پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور رؤوس آیات یا وسط آیات میں وقف وابتداء کی مفصل بحث فرمائی ہے، بایں ہمہ شرعاً واجب وقف کہیں نہیں ہے۔ بلکہ امام ابوعمرو بصری رؤوس آیات پر وقف کو پسندیدہ اور جمہور علمائے امت بھی اسے مستحب قرار دیتے ہیں پس اگر کوئی پہلی رکعت میں شاکراً علیماً پر رکوع کرتا ہے اور دوسری رکعت میں والمحصنٰت سے شروع کرتا ہے تو یہاں کسی طرح نہ مضمون کی کمر ٹوٹتی ہے اور نہ ابتداء بے معنی ہوتی ہے، ائمۂ وقف نے یہاں پر وقف کافی بلکہ وقف تام بھی لکھا ہے اور ائمۂ وقف علم قرأت کے ساتھ لغت وعربیت، اور تفسیر کے بھی حاذق و ماہر ہوا کرتے تھے اسلئے پاروں کی تقسیم جو صحابہ کے خطوط ونقوش پر تابعین کا کارنامہ ہے تو اس تقسیم کو ظلم سے تعبیر کرنا بجائے خود ظلم ہے۔

(ب) ائمہ وقف نے فعل و فاعل کے درمیان، مبتدا وخبر کے درمیان، مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان یا موصوف وصفت کے درمیان وقف کرنا قبیح قرار دیا ہے یہ بھی

اصطلاحاً ہے نہ کہ شرعاً اور اگر ایسے مواقع میں اضطراراً سانس ٹوٹ جانے سے وقف ہو جائے تو اصطلاحاً بھی قبیح نہیں ہے۔تو پھر خاتمہ جزء پر جو کہ رؤوس آیات ہیں (اور رأس الآیت پر وقف کرنا تو محمود ومستحب ہے) رکوع کرنا یا خارج نماز قرأت قطع کرنا کیونکر قبیح ہوگا۔علامہ ابوالفضل رازی امام ابن کثیر مکی کے متعلق نقل کرتے ہیں: **انہ کان یراعی الوقف علی روؤس الآی مطلقاً.**

(ج) اجزائے ثلثین میں سے ہر جزء کا خاتمہ آیت پر ہی ہے پس جہاں جزء ختم ہوتا ہے خاتمہ سورہ کو چھوڑ کر راقم الحروف نے ایسی تمام آیات کے وقف کو کتب وقف و ابتداء میں ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ اکثر جگہ وقف کافی یا وقف تام ہے پس جب وقف کافی پر ٹھہرنا اور مابعد سے شروع کرنا کسی طرح غلط نہیں ہے جیسا کہ اہل فن اور علمائے امت اس پر متفق رہے ہیں بلکہ اواخر آیات پر وقف کرنے کو مواقف النبی ﷺ بھی کہا گیا ہے (برہان) تو پھر مضمون کا یہ جملہ **"کئی پاروں کا اختتام اور ابتداء بالکل غلط ہے،تلاوت میں وہاں ٹھہرنا اور رکعات وتراویح میں وہاں اختتام کرنا یا پاروں کے شروع سے ابتداء کرنا درست نہیں ہے"** قطعاً صحیح نہیں ہے اور ایسے وقف کو معانی پر ظلم کہنا کہاں سے روا ہوگا۔

(د) جب کسی آیت پر وقف کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے اور حافظی مصحف کی کتابت میں اسکا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر صفحہ آیت پر ختم ہو کیونکہ صفحہ میں آیت کے ختم ہوجانے سے طبیعت میں نشاط،ذہن کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے جو تلاوت کیلئے مفید اور حفظ کے لئے معین ہے اور نئی آیت نئے صفحہ سے شروع کرنے میں فرحت ومسرت ہے پس طبیعت میں فرحت ونشاط اور ذہنی راحت و یکسوئی زیادتِ حفظ کا ذریعہ اور کثرت تلاوت کا سبب ہے تو پھر

مضمون کا یہ جملہ ''**اسباق ورکعات کی بنیاد صفحہ کی آخری آیت پر رکھنا جیسا کہ حافظی مصحف میں کیا گیا ہے قرآن کے معانی پر سخت ظلم ہے**'' کیونکر صحیح ہوگا۔

(ھ) سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ اجزائے ثلثین دیگر تقسیمات کی اصل و اساس ہے تلاوتاً ایک جماعت صحابہ سے ثابت ہے انہی اجزاء یعنی مقادیر مخصوصہ کی تحدید تابعین عظام سے منقول ہے تو پھر مضمون کا یہ جملہ '' **پاروں کی تقسیم اگر حروف و الفاظ کی تعداد کی بنیاد پر کی گئی ہے تو غلط کام کیا گیا ہے، قرآن حسابی وریاضی تقسیم کے لئے نہیں ہے** ''، کس قدر سنگین ہے اس جملہ کے زد میں صحابہ وتابعین آرہے ہیں۔ نیز قرآن پاک کی کئی آیات میں مختلف اعداد کا ذکر آیا ہے جیسے **فصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم ، تلک عشرة کاملة، ان عدة الشهور عند الله اثناء عشر شهراً، تسعة وتسعون نعجة ،الف سنة مما تعدون**، وغیرہ اور میراث کی آیات میں اعداد وحصص کے ذکر سے قرآن حساب وریاضی کی کتاب نہیں ہوگئی تو پھر تعداد آیات کے اعتبار سے نظم قرآن کے حصص مقرر کرنے سے حساب وریاضی کا طعن چہ معنی دارد؟

﴿خلاصہ بحث﴾

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اجزاء ثلاثین کی ابتداء وانتہاء قلیل اختلاف کے ساتھ صحابہ وتابعین میں معہود ومعروف ہوچکی تھی بشمول سورہ حجر الجزء الرابع عشر کی ابتداء کے جیسا کہ کتب فن میں منقول ہے اور راقم السطور نے مخطوطہ مصاحف میں مشاہدہ کیا ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک اسکے مطابق ہی مصاحف کے نقل وطبع کا سلسلہ خیر القرون سے

جاری وساری ہے۔اسلئے محض معانی کا لحاظ کر کے منقول ومتوارث ابتداء کے خلاف مصحف شائع کرنا امت میں فتنہ کا سبب ہونے کی وجہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

﴿الجزء الرابع عشر چودہویں پارہ کی ابتداء﴾

(سورہ کو سورہ سے ملا کر لکھنے کا دستور)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے نقلِ مصاحف کے بعد سے ہمیشہ یہ اہتمام کیا جاتا رہا ہے کہ مصحف کی کتابت میں سورتوں کا تسلسل اس طرح ہوتا کہ جہاں کوئی سورۃ ختم ہوئی وہیں سے بغیر فصل کے دوسری اگلی سورۃ کی کتابت کی جاتی تھی چنانچہ ختم سورہ اور ابتدائے سورہ کا یہ جوڑ صفحہ کے شروع یا وسط یا اخیر میں دائیں یا بائیں ہر مصحف شریف میں دیکھا جاسکتا ہے۔اور یہ جوڑ کبھی ختم جزء اور ابتدائے جزء کا سنگم ہوتا تھا اس اعتبار سے سورۂ ابراہیم جہاں مکمل ہوئی متصلا سورۂ حجر شروع کر دی گئی۔ اور راقم الحروف نے متعدد مصاحف قدیمہ مخطوطہ میں مشاہدہ کیا ہے کہ سورۂ ابراہیم و سورۂ حجر کا جوڑ صفحہ کے شروع، درمیان اور اخیر حصّے میں ہر طرح موجود ہے۔

(حافظی مصحف کے ہر صفحہ کو آیت پر ختم کرنے کا دستور)

پھر کتابت مصحف کے مذکورہ دستور کے ساتھ شاید بارہویں صدی میں حفظ و قرأت میں مزید تسہیل کی غرض سے مصحف کی کتابت میں ایک نئی امتیازی شکل اختیار کی گئی کہ ہر جزء کو چند اوراق میں اس طرح مکمل کیا جائے کہ ہر صفحہ بھی آیت پر ختم ہو تا کہ ختم صفحہ کے ساتھ آیت کے ختم سے ذہن کو سکون و یکسوئی نصیب ہو اور جس طرح ختم سورۃ سے

قلبی مسرت ہوتی ہے پارہ کے ختم پر بھی فرحت حاصل ہو اور حفظ میں رغبت اور سرعت پیدا ہو۔ یہ مصحف حافظوں کیلئے بہت مفید ثابت ہوا اور بالنظر تلاوت کرنے والوں کے لئے بھی راحت کا سبب بنا اور یہ مصحف (حافظی) سے مشہور ہو گیا۔ اس مصحف کی قبولیت پورے عالم میں ہوئی اور یہ بھی کتابت مصحف کا ایک دستور سا بن گیا چنانچہ عرب ممالک کے بھی مصاحف اسی طرز کے ہوتے ہیں یعنی جزء کو چند اوراق میں ختم کرنے کے ساتھ ہر صفحہ بھی آیت پر ختم ہوتا ہے

(سورہ حجر کی پہلی آیت کو دائیں صفحہ کے اخیر میں لکھنے کی وجہ)

برصغیر میں حافظی قرآن پاک کی اس نئی کتابت میں اتفاق سے سورۂ ابراہیم کے ختم پر صفحہ کے ختم میں دو تین سطروں کی جگہ رہ گئی اسلئے بسم اللہ سمیت سورۂ حجر کی پہلی آیت کی بھی کتابت کی گئی تا کہ سورہ کا بلا فصل تسلسل بھی قائم رہے اور صفحہ بھی آیت پر ختم ہو جیسا کہ پورے مصحف میں اسکا اہتمام کیا گیا تھا۔

(پاروں کے نام مسلمانان ہند کا تحفہ ہے)

پھر کچھ زمانہ کے بعد لوگ ہر جزء کو شروع صفحہ کے ابتدائی کلمہ سے یاد رکھنے لگے یہاں تک کہ وہ کلمہ اس پارہ کا نام بنتا گیا اور پاروں کو اس کلمہ سے پہچاننے لگے پس اجزاء کے یہ نام بالکل ہی حادث ہیں اور مسلمانان ہند کا تحفہ ہے فن قرأت کی قدیم کتابوں میں کہیں انکا ذکر نہیں ہے حتی کے ماضی قریب کی عربی تصنیفات میں بھی فقط الجزء کے ساتھ رقم لگا دیتے ہیں۔

(پاروں کی پہلی سطر کو نمایاں کرنے کا معمول)

پھر کچھ زمانہ کے بعد ہر جزء کی ابتداء کو مزید نمایاں کرنے کے لئے صفحہ کی پہلی سطر کا رنگ بدل دیا گیا یا آیت کا خط بڑا کر دیا گیا مگر چودہویں پارہ کی ابتداء جو سورہ حجر کی پہلی آیت سے ہے وہ شروع صفحہ میں نہ آنے کی وجہ سے ''نشان زدہ'' نہ ہوسکی اس کے بجائے ربما والی آیت پہلی سطر میں ہونے کی وجہ سے نمایاں ہوگئی پاروں کے یہ نام برصغیر میں کچھ ایسے مشہور ہیں کہ حافظ یا ناظرہ خواں سے کسی پارہ کا نمبر بولکر سوال کیا جائے تو فورا پہلی سطر کا پہلا کلمہ پڑھکر بتائیں گے۔

(ربما سے ابتداء کی شہرت محض عامی ہے)

اسی طرح چودواں پارہ کا نام پوچھئے تو جواب دے گا'' **ربما یود الذین کفروا**'' نیز جب کسی حافظ یا ناظرہ خواں سے کہا جائے کہ چودواں پارہ پڑھو تو ''**ربما یود الذین کفروا**'' سے شروع کرتا ہے یعنی سورہ کی ایک آیت محض اس وجہ سے کہ ۱۴/واں کی علامت **الر** پر ہونے کے بجائے **ربما** پر ہے پہلی آیت قصداً نہ پڑھی جارہی ہے اور نہ اسے چودہویں کا جزء سمجھا جارہا ہے حالاں کہ یہ ایک امر ثابت بالدلائل سے انحراف ہے ۔فیاللاسف۔

(الجزء/۱۳ کی انتہاء سورہ ابراہیم کی آخری آیت پر ہے)

بہرحال الجزء الرابع عشر (۱۴/واں پارہ) کی ابتداء سورہ حجر کی پہلی آیت سے ہونا یقینی امر ہے کیونکہ نظم قرآن پاک کی جتنی تقسیمات ہیں وہ خیر القرون میں ہوئی

ہیں اور ائمۂ فن نے ان سب کا احاطہ کیا ہے چنانچہ ابن جوزی کی ’’فنون الافنان‘‘ اور امام شاطبی کے تلمیذ خاص علامہ سخاوی کی ’’تجزیۂ القرآن‘‘ میں تفصیلات موجود ہیں قرآن کی تنصیف یعنی دو حصہ سے لیکر ۳۶۰/ حصوں تک کی پچاس سے زائد تک تقسیمات اور اسکے حصص کے مبدأ و منتہاء کو تفصیل سے بیان کیا ہے ان میں سے صرف تین تقسیم اجزائے ثلثین ، احزاب ستین ، اور اوراد ۳۶۰ / ہر ایک میں سے ایک جزء یعنی ۱۵۶/ واں ورد ، ۲۶/ واں حزب اور ۱۳/ واں جزء کا خاتمہ سورہ ابراہیم کی آخری آیت کا آخری کلمہ (اولو ا الالباب) پر بالاتفاق ہوتا ہے۔[مطالعہ فرمایئے’’**اجزاء واحزاب قرآن**‘‘]

(کلمہ ربما سے کسی بھی تقسیم کی ابتداء منقول نہیں ہے)

اور سورہ حجر کی اول آیت سے اسکے بعد والے جزء ۱۴/ ، حزب/ ۲۷ اور ورد/ ۱۵۷ بالاتفاق شروع ہوتا ہے بقیہ تقسیمات کے اقسام میں سے بعض جزوں کا سنگم سورہ ابراہیم کی دیگر آیت ہے مگر کسی بھی اعتبار سے کسی جزء کا خاتمہ سورہ حجر کی اول آیت پر اور اسکے بعد کے جزء کی ابتداء (ربمایود) سے بالاتفاق نہیں ہے حتی کہ متقدمین اور متأخرین قراء میں کسی کا کوئی قول بھی نہیں ہے۔علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں: **الحزب السادس و العشرون آخر ابراهيم باتفاق** (۱/۱۴۵) ۔صاحب نثر المرجان لکھتے ہیں: **الجزء الرابع عشر مبدؤه بهذه السورة هكذا فى مصحف الجزرى وفى مصحف آخر صحيح.** (نثر المرجان) علامہ نوری صفاقسی غیث النفع میں لکھتے ہے: **منتهى الحزب السادس والعشرين اجماعا** ،اجزاء ثلاثین کی تفصیل میں ابن

القیم جوزیؒ لکھتے ہیں : **الجزء الثالث عشر خاتمة سورة ابراهيم (فنون ۲۷۰)**
مجمع البیان لعلوم القرآن مخطوطہ ۱۱۱۱ھ میں الجزء الرابع عشر سورہ حجر کی اول آیت پر لکھا ہے۔

(''الر'' آیت کو تیرہویں کی جزء سمجھنے کی وجہ)

اسلئے پورے یقین کے ساتھ عرض ہے کہ سورہ حجر کی پہلی آیت کا مصحف کے دائیں صفحہ کی آخری سطر میں لکھا جانا حافظی مصحف کے کاتب کے پیش نظر سورہ کو ملانے کے ساتھ صفحہ کو آیت پر ختم کرنے کی وجہ سے مطلوب تھا نہ کہ جزء ۱۳/ کو پورا کرنے کی غرض سے اور جب بسم اللہ سمیت سورہ حجر کی پہلی آیت داہنی طرف صفحہ کے اخیر میں لکھی گئی اور حافظی مصحف کے ہر جزء کو دس ورق، بیس صفحات میں پورا کرنے کا معمول بنایا گیا جس میں پارہ کی ابتداء شروع صفحہ کی پہلی آیت سے اور پارہ کی انتہاء آخری صفحہ کی انتہاء پر آخری آیت سے ہے تو رفتہ رفتہ مرور زمانہ کے ساتھ ذہن نے یہ تسلیم کرلیا بلکہ کسی درجہ میں نظریہ بن گیا کہ یہ آیت تیرہویں جزء کا آخری حصہ ہے جب ہی تو جزء کے آخری صفحہ کی آخری آیت کے طور پر لکھا ہوا ہے۔

(۱۴/ ویں پارہ کا نام ''الر'' ہونا چاہئے)

اور جب تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ ۱۴/ واں جزء کی ابتداء سورہ حجر کی پہلی آیت سے ہے تو حافظی مصحف کی کتابت کا جو دستور اختیار کیا گیا تھا کہ جزء کی ابتداء صفحہ کی ابتداء سے ہو تو حجر کی اول آیت کا شروع صفحہ میں لانا طے ہوگیا اور تیرہویں جزء کے آخری صفحہ کی کتابت اس طرح ہو کہ سورہ ابراہیم کی آخری آیت کا آخری کلمہ ''اولوا الالباب'' صفحہ کی

آخری سطر میں ہو۔ چنانچہ ''محمود المصاحف'' میں ان دو صفحوں کی کتابت اسی نہج سے کی گئی ہے تا کہ قدیم مصاحف سے موافقت اور دلائل سے مطابقت قائم ہو جائے نیز عرب ممالک کے مصاحف میں اسی طرز سے ہے۔اوراب اس اعتبار سے پارہ کا نام ''الر'' بالکل احسن وانسب ہے جس طرح جزءاول کا نام ''الم'' ہے جیسا کہ صاحب فن حضرت مولانا قاری ومقری اسماعیل صاحب گورینی مدظلہ تلمیذ حضرت مولانا قاری محبّ الدین صاحب الہ آبادیؒ نے راقم کے نام خط میں لکھا............ ہمارے ایک مخلص دوست جید عالم آئے تھے انکو الجزء الرابع عشر دکھلایا تو انہوں نے فرمایا کہ اب اسکا نام بجائے رُبما کے ''الر'' ہونا چاہئے مجھے بھی یہ نام بہت اچھالگا۔**فالحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنالنهتدی لولا ان هدانا الله۔**

﴿مشاہدات﴾

کتابوں کے حوالوں کے بعد مشاہدات کے حوالے بھی پیش خدمت ہیں۔

صاحب نثر المرجان نے اپنی کتاب میں (۱) مصحف جزری اور ایک دوسرے (۲) صحیح مصحف کا حوالہ دیا ہے۔ نیز عرب ممالک حجاز، قطر، بحرین، کویت، مصر، شام وغیرہ کے مصاحف میں الجزء ١٤/ سورۂ حجر کی ابتداء میں لکھا ہوا راقم نے مشاہدہ کیا ہے مزید مشاہدات ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) القرآن الکریم: مطبوعہ مجمع ملک فہد میں ابتدائے سورۂ حجر کے کنارے الجزء ١٤ اور الحزب ٢٧ لکھا ہے۔

(۴) القرآن الکریم: مطبوعہ ازھر مصر ۱۴۰۱ھ میں ۱۴/ واں کی ابتداء سورۂ حجر سے ہے (یہ نسخہ

خدابخش پٹنہ میں دیکھا ہے)۔

(۵) ملک شام کا مطبوعہ جس پر ۱۹۷۷ء میں پانچ علماء شام کی تصدیق ہے اسمیں سورۂ حجر کی علماء شام کی تصدیق ہے اسمیں سورۂ حجر کی اول آیت کے سامنے ہی الجزء ١٤ اور الحزب ٢٧ لکھا ہے۔(یہ نسخہ مسجدِ جن مکہ معظّمہ میں دیکھا ہے)۔

(٦) ۱۳۴۲ھ کا مطبوعۂ مصر میں ۱۴/رواں پارہ سورۂ حجر کی پہلی آیت سے ہے(یہ نسخہ خدابخش پٹنہ میں دیکھا ہے)

(۷) ۱۳۱۲ھ کا مطبوعہ ہند مترجم بترجمہ شاہ رفیع الدین دھلویؒ میں ۱۴/رواں پارہ کی ابتداء اول آیت سے ہے(یہ نسخہ جے پور میں دیکھا ہے

(٨) مخطوطہ مع ضبطِ قراءات عشرہ میں ۱۴/رواں کی ابتداء سورۂ حجر سے ہے(یہ نسخہ کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں دیکھا ہے)

(۹) مخطوطہ سن کتابت ۱۰۸٦ھ جو مخطوطہ مصاحف کے نمبر شمار ۴۰ پر لکھا ہے اسمیں بھی سورہ حجر سے ابتداء ہے(یہ نسخہ خدابخش پٹنہ میں دیکھا ہے)

(۱۰) ۱۱٦۳ھ کا بخطِ نسخ لکھا ہوا (۱۱) اورنگ زیب عالمگیر کے دستِ مبارک سے ۱۰۷۴ھ کا لکھا ہوا۔(۱۲) ۹۴٦ھ کا لکھا ہوا۔ یہ مصاحف مدرسہ عربیہ احمد نگر (مہاراشٹر) میں موجود ہیں ۔تینوں میں الجزء الرابع عشر سورۂ حجر کی ابتداء سے ہے۔

(۱۳) ریاستِ ٹونک کی قدیم لائبریری میں متعدد مصاحفِ مخطوطہ میں سے چھ کا مشاہدہ کیا جن میں سے چار میں سورۂ حجر کی اول آیت سے ہی ۱۴/رواں پارہ کی ابتداء ہے اور باقی نسخوں میں کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔

(۱۴) کوچین میں مصحف مالی بار ایک قدیم مخطوطہ مصحف ہے جسکو بعینہ شائع کر دیا گیا ہے اس میں بھی الجزء ۱۴/سورہ حجر کی ابتداء سے ہے۔

(۱۵) اوقاف سجاوندی کا مخطوطہ ۱۰۸۹ھ پٹن میں ''اولوا الالباب'' کے بعد الجزء لکھا ہے۔

(۱۶) مخطوطہ ۱۰۳۵ھ ایشیاٹک لائبریری کلکتہ میں الجزء ۱۴ سورہ حجر سے لکھا ہے۔

(۱۷) ۱۲۴۶ھ کا مخطوطہ۔ (۱۸) ۱۱۵۳ھ کا مخطوطہ (۱۹) ۱۰۴۹ھ کا مخطوطہ، (۲۰) ۹۸۴ھ کا مخطوطہ، ان سب مصاحف میں الجزء الرابع عشر سورہ حجر کی پہلی آیت سے ہی ہے انکا مشاہدہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں کیا۔

(۲۱) مخطوطہ ۹۱۰ھ بعہد بابر، (۲۲) مخطوطہ بعہد جہانگیر میں الجزء الرابع عشر سورہ حجر سے ہے یہ مخطوطہ آزاد لائبریری علی گڈھ میں دیکھا ہے۔

(۲۳) ایک اور نادر مصحف جسے بڑودہ کے ایک مخیّر شخص حاجی عبدالرزاق آدام پٹیل نے مرادآباد میں مشین کے ذریعہ پیتل کی پلیٹ میں کندہ کرکے تیار کروایا ہے ہر پلیٹ پر تین پارہ الگ الگ باریک حروف میں لکھا گیا ہے۔ کندہ کرنے والے جناب قاری وکاتب محمد فیصل عزیز نے اگست ۱۹۹۸ء میں شروع کیا اور ستمبر ۱۹۹۹ھ میں یعنی ایک سال اور چند دن میں مکمل کیا پھر ان سب پلیٹوں کو آپس میں جوڑ کر ایک کر دیا گیا ہے اس طرح یہ ایک طویل وعریض مصحف بن گیا، حروف باریک ہونے کی وجہ سے بلوری شیشہ کی مدد سے پڑھا جا سکتا ہے پاروں کے نام کے بجائے ہر پارہ کا نمبر لگا دیا گیا ہے سورہ حجر الـر ،تـلک آیٰت الکتٰب و قرآن مبین سے شروع کئے جانے والے پارہ پر ۱۴/نمبر کندہ کیا ہوا ہے۔

حررہ: (مفتی) رشید احمد فریدی ۲۴/صفر/۱۴۳۸ھ شب جمعہ، ۲۴/نومبر/۲۰۱۶ء

﴿مراجع ومصادر﴾

(۱)الجامع الصحیح (مسلم شریف)........ لمسلم القشیری

(۲)سنن ابی داؤد........لسلیمان السجستانی

(۳)سنن ترمذی........ للترمذی

(۴)مناہل العرفان فی علوم القرآن........محمد عبد العظیم زرقانی

(۵)فنون الافنان فی عیون علوم القرآن........عبد الرحمٰن بن القیم جوزی

(۶)البرہان فی علوم القرآن........ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی

(۷)تجزیہ قرآن، اقوی العدد فی معرفۃ العدد........ علم الدین السخاوی

(۸)ردالمحتار علی درالمختار........ علامہ شامی

(۹)الاتقان فی علوم القرآن........ للسیوطی

(۱۰)فتح الباری........ للعسقلانی

(۱۱)البیان فی علوم القرآن........ للشیخ عبدالحق مفسر دھلوی

(۱۲)معرفۃ القراء الکبار........ للامام الذھبی

(۱۳)فتح القدیر........للمنادی

(۱۴)مسند احمد........ لامام احمد بن حنبلؒ

(۱۵)کنز العمال........ للشیخ علی المتقی

(۱۶)تفسیر جامع الاحکام........للقرطبی

(۱۷)مختار الصحاح........ محمد بن ابی بکر الرازی

(۱۸)احیاءعلوم القرآن .... للغزالی

(۱۹)تفسیر فتح العزیز .... للشیخ عبدالعزیزالدھلوی

(۲۰)بیان القرآن حکیم الامت تھانوی .... حکیم الامت تھانوی

(۲۱)طبقات ابن سعد .... للسبکی

(۲۲)بذل المجہو د فی حل سنن ابی داوَد .... للسہارنفوری

(۲۳)تحزیب القرآن .... للسخاوی

(۲۴)الاذکار .... للنووی

(۲۵)المحر رفی علوم القرآن ....

(۲۶)غیث النفع .... للصفاقسی

(۲۷)فتاوی محمودیہ .... لفقیہ الامۃ الگنگوہی

(۲۸)التجویدفی الاتقان والتجوید ....

(۲۹)التبیان فی آداب حملۃ القرآن .... للنووی

(۳۰)عمل الیوم واللیلۃ .... للنسائی

(۳۱)نثرالمرجان فی رسم نظم القرآن .... للقاری محمدغوث